ماہنامہ

ارمغانِ حمد

کراچی

۸۰ - ۸۱

اردو میں حمد کے موضوع پر اولین ماہنامہ
فروغِ حمد و نعت کے لئے کوشاں

مدیرِ اعلیٰ

طاہر حسین طاہر سلطانی

Muhammadi
Sweets, Bakers & Nimko
021-34918522, 34918543
34124183
310-320
021-36702662-3247

شاعرِ حمد و نعت طاہر سلطانی کا ایک خواب

حمد و نعت ریسرچ سینٹر

(کا قیام جدید تقاضوں کے مطابق)

مومنین سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں اللہ رب العزت حضور پرنور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اہلِ بیت اور اولیاءعظام کے صدقے میں طاہر سلطانی کے خوبصورت خواب کو حقیقت بنا کر کامیابی سے ہمکنار کرے (آمین)

جہانِ حمد پبلی کیشنز کی چند اہم کتب

کتاب		صفحات	قیمت
''عاشقِ رسول امام احمد رضا''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۵۴۴	۴۰۰
''سید الشہدا سیدنا امیر حمزہؓ''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۲۲۴	۱۰۰
''شاعرِ مشرق علامہ اقبال''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۵۱۶	۴۰۰
''اردو حمد کا ارتقاء''	تذکرہ نگار۔۔۔۔طاہر سلطانی	۶۳۲	۴۰۰
''گلشنِ حمد'' غیر مسلم شعراء کا اولین تذکرہ	تذکرہ نگار۔۔۔۔طاہر سلطانی	۱۶۰	۲۰۰
''مناجات''	مرتب۔۔۔۔طاہر سلطانی	۴۱۶	۲۰۰
''حریمِ ناز میں صدائے اللہ اکبر'' ۹۹ شعرات کا حمدیہ کلام و تذکرہ	تصنیف و تالیف۔۔۔۔طاہر سلطانی	۴۲۸	۱۵۰
''نعت میری زندگی''	نعت گو۔۔۔۔طاہر سلطانی	۱۴۴	۱۵۰
''حمد میری بندگی''	حمد گو۔۔۔۔طاہر سلطانی	۱۳۶	۱۰۰
''بہزاد لکھنوی حمد و نعت نمبر''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۲۰۲	۵۰
''صبا اکبر آبادی حمد و نعت نمبر''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۳۸۴	۱۵۰
''حفیظ تائب حمد و نعت نمبر''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۹۶	۴۰
''ڈاکٹر ابوالخیر کشفی حمد و نعت نمبر''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۴۶۹	۲۵۰
''ڈاکٹر شمس جیلانی حمد و نعت نمبر''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۳۳۶	۲۰۰
''سلام''	ترتیب و پیش کش۔۔۔۔طاہر سلطانی	۲۶۴	۲۰۰

جہانِ حمد

مرتب۔۔۔طاہر سلطانی

۷۰۰۰ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل

۱۸واں شمارہ ''قرآن نمبر'' ہے۔

ارمغانِ حمد

مدیر۔۔۔۔طاہر سلطانی

۸۱ شمارے شائع ہو چکے ہیں

رابطہ: نوشین سینٹر، دوسری منزل کمرہ نمبر 19، اردو بازار، کراچی۔ موبائل: 0300-2831089

سہیل زبیر احمد
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

بفیض و کرم حضور سید المرسلین خیر البشر، مقصودِ کائنات، محبوبِ کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

بیاد: سید الشہداء سیدنا امیر حمزہؓ

آپ سردار ہیں شہیدوں کے   یہ حدیثِ حضور والاﷺ ہے
مومنوں کے سلام لو حمزہؓ   آپ کا مرتبہ بھی اعلیٰ ہے

اردو میں حمد کے موضوع پر اوّلین ماہنامہ

ماہنامہ

ارمغانِ حمد

کراچی

Monthly
Armughan-e-Hamd
Karachi

جہانِ حمد کمپوزنگ سینٹر

کمپوزر

محمد عبدالرحمٰن طاہر۔ عبداللہ حسان طاہر

0331-2448170

﴿جلد نمبر: ۷......شمارہ نمبر: ۸۰_۸۱﴾
﴿ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۰ء......۱۴۳۱ھ﴾

رابطہ

نوشین سینٹر، دوسری منزل،
کمرہ نمبر 19، اُردو بازار، کراچی
موبائل: 0300-2831089
ای میل: tahirsultani@gmail.com

سرپرست: رہبرِ شریعت پیرِ طریقت خواجہ شفیق احمد فاروقی مدنی

مدیرِ اعلیٰ: طاہر حسین طاہر سلطانی

مدیر: حافظ محمد نعمان طاہر

قیمت ۔ فی شمارہ 70 روپے۔ خصوصی شمارہ 250 روپے

[illegible] 1000 روپے (اندرونِ ملک عام ڈاک)۔ بیرونِ ملک مع ڈاک خرچ 110 ڈالر

[illegible] طاہر حسین طاہر سلطانی نے احمد برادرز پریس سے چھپوا کر نوشین سینٹر، دوسری منزل کمرہ نمبر ۱۹، اردو بازار کراچی سے شائع کیا۔

فہرست

"ارمغانِ حمد"......شمارہ ۸۰-۸۱......ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۰ء

اداریہ ۴
مطالب القرآن ...... ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی ۹
حمد باری تعالیٰ ﷻ ...... حافظ محمد مستقیم، سیّد خالد حسین رضوی ۱۰ تا ۱۲
گوہر ملسیانی
تحمید الحمید اور شاعر "کمال سخن" ...... گوہر ملسیانی ۱۳
ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ ...... ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی ۳۴
نعت رسول مقبول ﷺ ...... محسن اعظم محسن ملیح آبادی۔ گوہر ملسیانی ۳۵ تا ۳۹
مسرور کیفی۔ اقبال عالم۔ نسیم الحسن زیدی
محمد مسعود اختر۔ نعت کا درخشاں ستارہ ...... گوہر ملسیانی ۴۰
اور تمنا بر آئی (سفرنامہ حجاز۔ قسط ۵) ...... پروفیسر خیال آفاقی ۴۵
"جہانِ حمد" کا "قرآن نمبر" ایک مطالعہ ...... پروفیسر علی حیدر ملک ۶۵
"جہانِ حمد قرآن نمبر" ...... ملک محبوب الرسول قادری ۶۷
"ذکر ایک عمرہ کا" ...... ملک محبوب الرسول قادری ۶۹

"نعت میری زندگی" ...... ملک محبوب الرسول قادری ۷۱
"خطوط احباب" ...... رعنا اقبال ۷۲
عالم اسلام کی شرح۔ درود تاج ...... محمد آصف خان علیمی قادری ۷۶
نعت رسول مقبول ﷺ ...... حیات نظامی ۷۸
نعتیہ گیت ...... طاہر سلطانی ۷۹
باادب بانصیب ...... اختر سعیدی ۸۰
خطوط ...... ڈاکٹر شبیر احمد قادری۔ مولانا احمد حسن نوری ۸۲ تا ۸۵
پروفیسر اقبال جاوید۔ سرور حسین نقشبندی۔ محمد امان اللہ شاکر فریدی
"ارمغانِ حمد" کو موصولہ کتب و رسائل ۸۶
نمائندگان "ارمغانِ حمد" ۸۸

❀ ...... ❀ ...... ❀

جہانِ حمد کمپوزنگ سینٹر

Jahan-e-Hamd Composing Centre

عربی.... اُردو.... انگلش

کمپوزنگ کے لیے جانا پہچانا نام

رابطہ:

Nausheen Centre, 2nd Floor, Room-19,
Urdu Bazar Karachi.
Cell: 0300-2831089, E-mail: tahirsultani@gmail.com

اداریہ

ڈاکٹر جمیل جالبی نے لکھا ہے کہ حضرت فخرالدین نظامی کو ۸۲۵ھ۔۱۳۹۲ء میں اُردو کی پہلی حمد لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور جب اُردو نعتیہ ادب کا اجمالی جائزہ لیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ اُردو میں پہلی نعت حضرت سیّد محمد حُسینی خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ (۷۲۱ھ۔۸۲۵ھ) نے کہی۔ نعت لکھنا جہاں ایک عبادت و سعادت ہے، وہیں یہ بہت مشکل کام بھی ہے۔ اسی لیے امام اہلسنّت مولانا احمد رضا خاںؒ قادری بریلوی نے کہا تھا کہ ”نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔“

نعت حُبِ رسول ﷺ، مطالعہ قرآن و حدیث اور طہارت و پاکیزگی کی متقاضی ہے۔ خلوصِ نیت، والہانہ عقیدت اور جذبۂ محبت کے بغیر نعت اثر انگیز نہیں ہو سکتی۔

اُردو گلشن نعت کی آبیاری کرنے والے محترم نعت گویان میں مولانا احمد رضا خاں، علامہ محمد اقبال، مولانا محسن کاکوروی، مولانا امیر مینائی، مولانا الطاف حسین حالی، مولانا حسرت موہانی، مولانا حسن رضا خاں، علامہ سیماب اکبر آبادی، صوفی بیدم شاہ وارثی، مولانا ظفر علی خاں، صبا اکبر آبادی، بہزاد لکھنوی، معنوی بدایونی، مولانا ضیاء القادری، مولانا اختر الحامدی، مولانا بیکل اُتساہی، شاعر لکھنوی، محشر بدایونی، شاہ انصار الٰہ آبادی، مظفر وارثی اور حفیظ تائب کے علاوہ ہزاروں نام لیے جا سکتے ہیں۔ نعت گوئی و نعت خوانی کا سلسلہ جاری و ساری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

عصرِ حاضر میں حمد و نعت گوئی کو خاطر خواہ فروغ حاصل ہوا ہے۔ شعراء و شاعرات کی کثیر تعداد حمد و نعت گوئی کی طرف مائل ہوئی ہے۔ حمد و نعت کے فروغ کے لیے وطن عزیز سے کئی رسالے شائع ہو رہے ہیں۔ یہ یقیناً ایک خوش آئند بات ہے۔ اس مختصر گفتگو میں جو اہم بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حمد و نعت دنیا کے سب سے بڑے موضوعات ہیں۔ ان اہم موضوعات پر ہماری توجہ برائے نام ہے اور اس کوتاہی میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ ان اصناف پر بھی بھرپور توجہ دی جائے کہ یہی راہِ نجات ہے۔

میں ہمیشہ یہ بات کہتا رہا ہوں کہ حکومت اور آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی ن انتظامیہ اس مسئلہ پر سنجیدگی سے نہ صرف غور کرے، بلکہ عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کرے۔ میں یہ بات بھی باور کرانا چاہتا ہوں کہ حکومت سندھ کی جانب سے گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد صاحب نے غزل گو شعراء اور وہ شعراء جنہوں نے بچوں کے لیے شاعری کی ہے انہیں انعامات سے نوازا، مگر حمد و نعت گو شعراء اور فروغ حمد و نعت کے لیے کوشاں حضرات کو نظر انداز کیا گیا، آخر کیوں؟...... سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے ہر دلعزیز گورنر صاحب اس معاملے میں بے قصور ہیں، اس لیے کہ شخصیات کا انتخاب اور ان کے ناموں کی سفارش گورنر صاحب کے مشیر یا پھر تشکیل شدہ کمیٹی کرتی ہے، بہر حال یہ عمل مناسب نہیں ہے۔

الحمدللہ! یہ ناچیز اپنے احباب کے تعاون سے شہر قائد میں ”حمد و نعت ریسرچ سینٹر“ کے قیام کے لیے کوشاں ہے۔ سینٹر جدید تقاضوں کے عین مطابق ہوگا۔ اس سلسلے میں مجھے مخیر حضرات، حکومت سندھ اور آپ حضرات کے تعاون کی ضرورت ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ بزرگوں کی دعاؤں اور آپ حضرات کے تعاون سے ”حمد و نعت ریسرچ سینٹر“ کا قیام جلد عمل میں آئے گا...... انشاءاللہ

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

”جہانِ حمد قرآن نمبر“ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے شائع ہو چکا ہے اور اہلِ علم و ہنر سے پذیرائی بھی حاصل کر رہا ہے، مگر دوسری جانب سے خاموشی ہے جو ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ ”قرآن نمبر“ کی طباعت و اشاعت تین برس میں ممکن ہوئی۔ کثیر سرمایہ خرچ ہوا ہے جو بطور قرض حاصل کیا گیا تھا۔ قرض بہر حال قرض ہے، ادائیگی ضروری ہے۔

حال ہی میں ہم نے ”رسول نمبر“ کا اعلان کیا ہے۔ علمائے کرام، صوفیہ عظام، شعراء صاحبان اور ممتاز و معروف ادبا سے درخواست ہے کہ ”رسول نمبر“ کے لیے اپنی غیر مطبوعہ نگارشات ”جہانِ حمد“ کے پتے پر ارسال کریں۔ ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔

الحمدللہ ہم پُرعزم ہیں کیوں کہ............. ''ہمتِ مرداں مددِ خدا''

اللہ کریم کا لاکھوں بار، بلکہ بے شمار مرتبہ شکر ادا کرتے ہوئے اپنے احباب کو یہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ ۳۰ برس تک کرایہ کے مکان میں گزارا کیا۔ الحمدللہ اب اللہ عزّ وجل کے فضل و کرم سے کرایہ کے مکان سے نجات حاصل ہوئی۔ اس حوالے سے بندۂ ناچیز چند احباب کا مقروض بھی ہو گیا ہے۔ قارئینِ محترم! آپ سے درخواست ہے کہ یہ دعا فرمائیں کہ ہم اپنے محسنوں کا قرض جلد از جلد ادا کر سکیں۔

''حمد و نعت ریسرچ سینٹر'' کا قیام ہمارا اور ہمارے خیر خواہوں کا دیرینہ خواب ہے۔ ہم اللہ ربُّ العزت کی ذاتِ بابرکات سے کبھی بھی مایوس نہیں ہوئے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمیں ہمارے خواب کی تعبیر ضرور ملے گی۔ ''حمد و نعت ریسرچ سینٹر'' کے لیے ہمارے ایک کرم فرما نے دو لاکھ روپے کا عطیہ عنایت کیا تھا۔ اس رقم کو محفوظ کر دیا گیا ہے، فیصلہ کیا گیا ہے کہ کسی ایسی جگہ عمارت حاصل کی جائے جہاں نہ صرف یہ کہ آبادی ہو، بلکہ وہاں ریسرچ اسکالر بھی بآسانی آ جا سکیں۔ مخیّر اور اہلِ دل حضرات سے درخواست ہے کہ اپنی پراپرٹی میں سے کوئی ایک عمارت ''حمد و نعت ریسرچ سینٹر'' کے لیے وقف فرما کر سکونِ قلب حاصل کریں۔ یہ عمل آپ کے والدین واہلِ خانہ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو گا۔ ہمیں اُمید ہے کہ اللہ کے نیک و صالح بندے اس جانب فوری توجہ فرمائیں گے۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ''حمد و نعت ریسرچ سینٹر'' دین و دنیا میں کامیابی کے لیے، علومِ قرآنی اور جدید تعلیم کے فروغ کے لیے مثالی کردار ادا کرے گا۔ آیئے! آگے بڑھیں اور اس مثالی پروجیکٹ کو کامیابی سے ہمکنار کریں۔

سیّد محمد اصغر کاظمی اور حافظ قاری محمد نعمان طاہر نے حال ہی میں ''ارمغانِ حمد'' میں شائع ہونے والے خطوط پر مشتمل کتاب ''خطوطِ احباب'' کو انتہائی سلیقے سے ترتیب دیا ہے۔ کتاب کی اہمیت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جائے گی۔ ادارہ ''ارمغانِ حمد'' کی جانب سے ہر دو حضرات کو دلی مبارک باد اور پُرخلوص دعائیں۔ اب یہ دونوں حضرات ''ارمغانِ حمد'' کے ۸۰ اداریے یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے کی تیاری کر رہے ہیں جو قابلِ ستائش ہے۔

ہمارا پیارا وطن آج کل عذاب و آزمائش سے گزر رہا ہے۔ سیلاب و زلزلے، کرپشن، مہنگائی جس نے غریب عوام کی کمر توڑ دی ہے۔ ہماری چھٹی حِس کہہ رہی ہے کہ کوئی انقلاب آنے والا ہے۔ خدا جانے انقلاب کس نوعیت کا ہو گا؟..... ہماری دُعا ہے کہ پُرامن طریقے سے کوئی ایسی تبدیلی آئے جس سے ہمارے ملک میں خوشحالی آئے اور غریب عوام سُکھ چین کا سانس لے سکیں۔

وہ جو ہم سے بچھڑ گئے..... حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اویسیؒ دنیائے فانی سے ملکِ جاودانی کوچ کر گئے۔ علامہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نے اپنی زندگی تبلیغِ دین کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی۔ آپ نے اہلِ خانہ کے علاوہ لاکھوں عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ اللہ ربُّ العزت آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

ملک کے ممتاز نعت گو حضرت مظفر وارثی سخت علیل ہیں۔ قارئین ''ارمغانِ حمد'' سے درخواست ہے کہ ان کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔ ''جہانِ حمد پبلی کیشنز'' اور ''حمد و نعت ریسرچ سینٹر'' کے تحت چار کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں۔ سرِفہرست ''جہانِ حمد'' کا ''قرآن نمبر'' ہے (۱۱۹۰) صفحات، حرمین شریفین کی (۴۰) رنگین تصاویر کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، قیمت صرف (۱۱۰۰) روپے۔ قادر الکلام شاعر اقبال عالم کا مجموعۂ نعت ''خیابانِ نعت'' شائع ہو گیا ہے۔ صفحات (۱۶۰)، قیمت (۲۰۰) روپے۔ معروف شاعر حیات نظامی کا مجموعۂ نعت ''سائبان'' شائع ہو گیا صفحات (۱۱۲)، قیمت (۱۵۰) روپے۔ ممتاز قلمکار رضوان صدیقی کا سفرنامہ ''ذکرِ ایک عمرہ'' ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ صفحات (۲۷۶)، قیمت (۲۰۰) روپے۔ یہ کتابیں ''جہانِ حمد پبلی کیشنز'' کے پتے پر حاصل کی جا سکتی ہیں۔

محترم قارئین! ''ارمغانِ حمد'' (شمارہ ۸۰) حاضر ہے۔ مطالعہ فرما کر اپنے خیالات اور مشوروں سے مستفیض فرمائیں۔

”مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت“

(رسول نمبر)

حضور پُرنور، سرورِ انبیاء، مقصودِ کائنات آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس تمام جہانوں ے لیے رحمت ہے۔ آپ کی طیب وطاہر زندگی کا ہر ہر گوشہ، ہر ہر ادا ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

زندگی میں کامیابی وکامرانی کے لیے ہمیں اللہ کے محبوب ﷺ کی پاکیزہ عادت واطوار اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔ دونوں جہانوں میں کامیابی کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اللہ ربُّ العزت اور آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کریں، نیز یہ کہ:

۱۔ رزقِ حلال کا حصول...... ۲۔ نماز کی پابندی ..... ۳۔ غیبت، سود، رشوت سے کنارہ کشی...... ۴۔ عدل وانصاف، عفو ودرگزر اور سخاوت وشجاعت کو اپنائیں۔

ادارہ ”جہانِ حمد قرآن نمبر“ کے بعد ”رسول ﷺ نمبر“ کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔ ہم معتزز سیرت نگاروں، نعت نگاروں ودیگر محترم قلمکاروں سے درخواست گزار ہیں کہ آپ ”رسول ﷺ نمبر“ میں اشاعت کے لیے اپنے مقالات ومضامین اور منظومات مندرجہ ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔

نوشین سینٹر، دوسری منزل، کمرہ نمبر 19، اُردو بازار، کراچی
موبائل: 0300-2831089
ای میل: tahirsultani@gmail.com

مطالب القرآن

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(۶۵)

سورۃ الطّلاق

یہ سورۃ مدنی ہے۔ اس میں ۱۲ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

اے محبوب ﷺ! آپ اپنی اُمت سے فرمادیں کہ اگر وہ اپنی بیویوں کو جو اپنی شوہروں کے پاس گئی ہوں، طلاق دینا چاہیں تو پاکی کے زمانے میں طلاق دیں اور عدت کے زمانے میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالیں اور وہ عورتیں خود بھی اپنے گھروں سے نہ نکلیں، ہاں اگر وہ عورتیں فحش بکیں اور گھر والوں کو ایذا دیں تو پھر ان کو نکالنا جائز ہے اور جب عدت آخر ہونے کے قریب ہو تو اختیار ہے کہ رجعت کرلیں اور دل میں دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھیں اور اگر ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنے کی اُمید نہ ہو تو مہر وغیرہ ان کا حق ادا کر کے ان سے جدائی کرلیں اور انہیں ضرر نہ پہنچائیں۔ دونوں صورتوں میں (یعنی تہمت یا نزاع سے بچنے کے لئے) دو مسلمانوں کو گواہ قائم کرلیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دیتا ہے اور اُسے وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسا کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے۔ جن عورتوں کے ایام مخصوصہ نہ رہے ہوں یا نہ ہوئے ہوں ان کی عدت تین ماہ ہے، البتہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے، خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی اور طلاق شدہ عورت کو عدت کے زمانے میں حسب حیثیت مکان دینا شوہر پر واجب ہے اور نفقہ بھی دینا واجب ہے اور انہیں تکلیف میں نہ ڈالو اور وضع حمل کے بعد اگر ایسی ماں اس بچے کو اپنا دودھ پلائے تو اس کی اجرت دینا چاہیے، نہ مرد عورت کے حق میں کوتاہی کرے اور نہ عورت معاملے میں سختی کرے اور مقدور والا مرد، طلاق شدہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو اپنے مقدور کے مطابق نفقہ دے اور اللہ ہی دشواری کے بعد آسانی فرمانے والا ہے اور کتنے شہر تھے جو اللہ نے نافرمانی کی وجہ سے تباہ ہوئے اور آخرت میں بھی ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے ان کے لئے عزت ہے اس رسول ﷺ کی وجہ سے جو اللہ کی روشن آیتیں پڑھتا ہے تاکہ لوگ ایمان لائیں اور اچھے کام کریں اور اندھیروں سے نکل کر اُجالے کی طرف آئیں اور جنت حاصل کریں۔ اللہ ہی نے سات آسمانوں اور زمینوں کو بنایا ہے اور اسی کا حکم ہر جگہ جاری وساری ہے۔ وہ سب کچھ کرسکتا ہے اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

اللہ رے تیرے جلوۂ مستور کا عالم
پردوں کی جھلک بھی ہے سرِ طور کا عالم
سو جان سے صدقے ترے اے عشقِ الٰہی
اک لفظ میں کیا ہوگیا منصورؒ کا عالم
کیا اس سے زیادہ ہو بیاں شانِ مبینی
قرآن کا ہر لفظ ہے اک نور کا عالم
تو دل سے قریں اور رگِ جاں سے قریں تر
وہ طور کا عالم تو ہے اِک دُور کا عالم
ہر منظرِ ہستی تری رحمت کا مرقّع
مختار نگاہی بھی ہے مجبور کا عالم
در پردہ وہ بے پردہ جو ہو جائے تو کیا ہو
ہر شے میں ہے جب عظمتِ مستور کا عالم
اے خالقِ کونین! بصیرت بھی عطا کر
نزدیک ہے کیا دیکھے کوئی دُور کا عالم
منکر پہ بھی ہوتی ہے عنایات کی بارش
ہر عالمِ جاں ہے ترے دستور کا عالم
کس طرح اسے نور سے تعبیر کریں ہم
محبوب ہی جب اس کا ہے اک نور کا عالم
جز تیرے حکومت کوئی باقی نہ رہے گی
کیا کہئے بھلا قیصر و فغفور کا عالم

سرکار ﷺ کی مدحت میں بدل جاتی ہے دنیا
کیا "حمد" میں ہوگا دلِ مسرور کا عالم

حافظ محمد مستقیم

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

میر اللہ عجب حُسن ہے ، جلوہ تیرا
قد بے سایۂ احمد ہے ، سراپا تیرا
نظر آکر بھی نظر آتا نہیں یک سرِ مو
کیسا بے پردہ ہے ، واللہ یہ پردا تیرا
رُخِ سرکارِ دو عالم کی فضا کیا کہئے؟
ہر طرف صاف نظر آتا ہے سایا تیرا
تُو نے حضرت کو دو عالم کے خزانے بخشے
کیسے محروم رہے گا کوئی منگتا تیرا
گرد کو تیری پہنچ سکتا ہے ، کوئی کیسے؟
منزلِ عرش نے پایا نہیں پایا تیرا
جگمگا اُٹھتا ہے دل ، ہلکی سی ہر دھڑکن پر
آنکھیں دم بھرتی ہیں جب جلوا بہ جلوا تیرا
جیسا تُو ویسا ہی انداز تری رحمت کا
کوچۂ حشر میں ، کیا بھٹکے گا؟ بندا تیرا
چشم و دل نور سے بھرپور ، سراپا فرما
کس طرح دیکھے؟ بھلا دیکھنے والا تیرا
تُو نے دو حرف سے بخشا ہے ، دو عالم کو فروغ
کیوں نہ ہر ذرّہ پڑھے جھوم کے کلما تیرا
پتہ پتہ ہے حقیقت کی بہاروں کا چمن
نام یوں ہی تو نہیں شاہدِ رعنا تیرا
عزم سے پہلے نظر آئے گا ، نورِ نبوی
کیسے سجدے کو نہ راس آئے گا سجدا تیرا

یکسرِ مُو بھی ، ادائیں ہیں ، جمالِ کونین
رضوؔی! شکر بجا لائے بھلا کیا تیرا

سیّد خالد حسین رضوؔی

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

میرے ہونٹوں پر کھلے حمد و ثنا کے پھول ہیں
اے خدائے بحر و بر تیری عطا کے پھول ہیں
رات کے لمحات میں خاموشیوں کے درمیاں
نکہتیں پھیلا رہے میری دعا کے پھول ہیں
روز و شب تسبیح کی دولت فرشتوں کو ملی
نوعِ انساں کے لیے فہم و ذکا کے پھول ہیں
اے خدائے انس و جاں مجھ کو بھی کران میں شمار
جن کی آنکھوں پر سجے شرم و حیا کے پھول ہیں
خالقِ اکبر نے دنیا کا چمن جن سے بھرا
سیرت و کردارِ شاہِ دوسرا ﷺ کے پھول ہیں
اے خدا! تیرا کرم ہے کہ جہانِ عشق میں
جادۂ انساں پر صدق و صفا کے پھول ہیں
اے خدا! شام و سحر گوہر کو وہ درکار ہیں
عالمِ فانی میں جو تیری رضا کے پھول ہیں

گوہر ملسیانی

تحمید الحمید اور شاعرِ "کمالِ سخن"

گوہر ملسیانی (خانیوال)

سزاوارِ حمد و ثنا فقط ربِ کائنات کی ذات ہے۔ ساری دنیا میں فنا کے گھاٹ اتریں گی فقط خالق کائنات کو ثبات ہے۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں حیات ہے اور ممات ہے۔ وہ خود فرماتا ہے:

> "والله مافی السمٰوات وما فی الارض وکان الله بکل شیء محیطا"۔ (النساء ۴۔۱۲۶)
>
> "اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح محیط ہے"۔

بلکہ اس الباسط القابض نے زندگی اور موت کی حقیقت و اصلیت اور حیثیت و ماہیت کا نقشہ اپنے حسین و جمیل الفاظ میں کھینچ کر صداقت کے غنچے چٹکا دیے۔ سچائی کے پھول مہکا دیئے "ھو الذی یحیی ویمیت فاذا قضیٰ امرا فانما یقول لہ کن فیکون"۔ (المومن ۴۰۔۶۸) "وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور جب فیصلہ کر لیتا ہے وہ کسی بات کا تو بس حکم دیتا ہے اسے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے"۔

اس خالقِ ارض و سماوات کی کائنات میں ہر چیز، وہ حیوانات ہیں یا نباتات، فلکیات ہیں یا جمادات ۔ شمس و قمر کی جمالیات ہیں یا ابرِ باراں کے بخارات و قطرات، غنچہ و گل کی رنگتیں ہیں یا بادِ سحر گاہی کی لطافتیں کہکشاؤں کی ٹمٹماہٹیں ہیں یا نجوم صبح گاہی کی وجاہتیں، سب اسی کے تابع فرمان اور اسی کی نیرنگیوں کی ترجمان ہیں۔ سب الرحمان کی قدرتوں کے جلی عنوان ہیں۔ جن میں جذبہ ہائے روماں اور کلمہ ہائے ایقاں ہیں۔ دیکھیے ان شواہدِ حقیقی میں اصحابِ علم و دانش کے لیے کیسا وجدان و عرفان ہے۔ آیات کا ترجمہ یہاں درج ہے مگر جو حسن آیات کے بیان میں ہے وہ سلاست و نفاست اور طہارت و لطافت کو شرماتا ہے۔ "سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں اور ستارے اور شجر اسی کو سجدہ کر رہے ہیں۔ اور آسمان کو اللہ نے بلند کیا اور توازن نظام وضع فرمایا۔ تاکہ عدل و توازن میں تم خلل نہ ڈالو"۔ (الرحمٰن ۴۰۔۵ تا ۸)

پھر فرمایا "اور اس نے زمین کو مخلوقات کے لیے بنایا۔ جس میں لذیذ پھل اور کھجور کے درخت جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں، اور طرح طرح کے غلے جن میں بھوسہ بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی۔ پس تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔ (الرحمٰن ۴۰۔۱۰ تا ۱۳)

یہ ہے وہ اللہ جو لائقِ حمد و ستائش ہے اور تحمید صرف اسی "الحمید" کی ذاتِ پاک کے لیے ہے۔ جس نے اپنی کتاب قرآن حکیم کو "الحمد" سے شروع کیا اور فرمایا: "الحمد للہ رب العالمین"۔ (الفاتحہ)
"سب تعریفیں، سب حمدیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے"۔

حمد بے حد جامع لفظ ہے۔ جملہ لغت اس کے معنی خدا کی تعریف کرنا بیان کرتی ہیں۔ مگر اس کی وسعت، اس کی فصاحت و بلاغت، اور اس کی کشادگی اور فراخی میں وہ سپاس وہ احسان وہ شکر کے گہر ہائے گراں مایہ ہیں جو زمین و آسمان عرش و فرش اور فضا ہوا میں رعنائیاں بکھیر رہے ہیں۔ حمد کا جلال و جمال دیکھنا ہو تو "الحمد للہ" کی مطہر ترکیب میں دیکھیے۔ جس سے قرآن مجید کی تمہید ضوفشاں ہے۔ جس کے بارے میں خلیفۂ راشد چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "یہ وہ کلمہ ذی شان ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے"۔

الحمد للہ رب العالمین۔ لائقِ حمد و ثنا ہے، وہ ابتدا کا بھی مالک ہے اور انتہا کا بھی، مالک یوم الدین ہے اگر وہ مالک ہے تو مدبر بھی ہے یا ور ہے تو داور بھی ہے۔ وہ فرماتا ہے "ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر"۔ (البقرہ ۲-۲۰) "بے شک اللہ یقیناً ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے"۔ بلکہ وہ الحمید تو متنبہ کرتا ہے "واعلموا ان اللہ غنی حمید"۔ (البقرہ ۲-۲۶۷) "اور جان لو بیشک اللہ غنی بھی ہے اور حمید بھی"۔

اس کی ذات، اس کی صفات، اس کے اختیارات بے پایاں اور بے حد و حساب ہیں، قرآن حکیم ان امور کی مکمل تفسیر ہے۔ اس کی ذات ہے تو وہ بھی اس کی حمد کی سزاوار ہے۔ اس کی صفات ہیں تو وہ بھی اس کی حمد کی سزاوار ہیں۔ اس کے اختیارات ہیں تو وہ بھی اس کی حمد کے سزاوار ہیں۔ اللہ اکبر۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ۔ سب حمد کے زمرے میں آتے ہیں۔ بلکہ قرآن حکیم کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کریں تو یہ بھی اس کی حمد ہے پھر آیاتِ مقدسہ کے گلشن میں داخل ہو جائیں تو وہ سب لحات بھی حمد کی نکہت سے لبریز رہتے ہیں جو حسن و جمال کی فضا میں گزرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ تحمید کے لولوئے لالہ ہیں ذرا سورہ اخلاص کی ان پہلی دو آیات پر غور کیجیے۔ "قل ھو اللہ احد۔ اللہ الصمد"۔ (الاخلاص ۱۱۲-۱تا۲) "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے! اللہ یکتا ہے، اللہ بے نیاز ہے، سب اس کے محتاج ہیں"۔ کیا شانِ الوہیت ہے وہ واحد ہی الہ، رب ہے، مالک ہے، خالق ہے، کتنا پروقار اسمِ ذات ہے۔ اس عالمِ افکار و خیالات، مرقع کلام و کلمات میں کوئی اور ایسا موزوں لفظ ہے جو باری تعالیٰ کے لیے مستعمل ہو؟ کہیں اس کی نظیر موجود ہے؟ مگر ذرا غور فرمایئے اس اسمِ اعظم پر کہ قرآن حکیم میں اس اسمِ ذات میں اسلوبِ لدنی میں کیسی کیسی بوقلمونی، کیسی کیسی رنگینیاں ہیں کہ جن کو شمار میں لانا انسانی فکر و شعور کی وسعت میں نہیں۔ ربِ کائنات نے اس حسنِ بے مثال، اس رنگِ جمال اور اس رفعتِ جلال کی خود وضاحت فرما دی ہے۔

"اور جتنے بھی زمین کے درخت ہیں قلم بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اور اس کے ساتھ مزید سات سمندر ہوں تو اللہ کے کلمات پھر بھی ختم نہ ہوں۔ بے شک اللہ زبردست اور بڑی حکمت والا ہے"۔ (سورہ القمان ۲۷)

بے بس ہے انسانی عقل کہ اللہ تعالیٰ کی تحمید کا حق ادا کر سکے، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا ہے "جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں"۔ (الحشر، الصف، الحدید)

"پس اللہ ہی کے لیے حمد ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور آسمان اور زمین میں اس کے لیے بڑائی ہے۔ اور وہ غالب اور دانا ہے"۔ (الجاثیہ)

"اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تنزیہ کیا کرو"۔ (الطور)

"جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہیں جو حقیقی بادشاہ، پاک ذات، زبردست حکمت والا ہے"۔ (الجمعہ)

"یوں آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا اور تسبیح کرتے رہو اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس کی پاکیزگی بیان کرتے رہو"۔ (ق)

کس قدر جامع ہدایات اور حسنِ بیان میں سرگرداں اس کائنات کی جملہ اشیاء کی اطاعت گزاری کی کیفیات ہیں جو قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ اس کائنات کا ایک ایک ذرہ، ایک ایک غنچہ، ایک ایک پرندہ، ایک ایک چرند، منور فضا، معطر ہوا، ہر شجر، ہر ابھرتی ہوئی موج، ہر مائلِ پرواز چڑیوں کی فوج، دشت و جبل کی رنگینیاں اپنے اپنے انداز میں مالکِ ارض و سماوات کی حمد بیان کرتی ہیں۔ قرآن مجید تو الحمد سے لے کر والناس تک اللہ کے جمال و جلال کی حمد و تسبیح کا سمندر ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر، شافعِ محشر، ساقیِ کوثر، مرسلِ داور، بدرِ منور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ منصبی میں حمد کے کئی رنگوں کو سمو دیا ہے۔ اللہ کی ربوبیت، ابدیت اور ازلیت کے گلہائے رنگا رنگ ان کی زبانِ مبارک پر کھلائے ہیں۔ یہ اللہ کا احسان ہے خود کائنات کو پیدا کرنے والا فرماتا ہے:

"یقیناً بڑا احسان کیا ہے اللہ نے مومنوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تزکیۂ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ان کو حکمت سکھاتا ہے"۔ (آلِ عمران ۱۶۴)

سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی عظمت بخشی ہے کہ قرآن حکیم جو سراسر تحمید باری تعالیٰ ہے اس کی تعلیم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانوں کو دی۔ یہی توحید کی اہمیت کا اقرار ہے۔ فرماں ہے۔ انسان کی تکالیف کا مداوا ہے۔ ضیاء بار کلمات کے اثرات کا اعلان ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے چودھویں شب کی چاند کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا ”تم عنقریب اپنے پروردگار کو بغیر کسی وقت کے دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا اگر تم سے ہو سکے تو طلوعِ آفتاب اور غروب آفتاب سے قبل نمازوں میں (شیطان سے) مغلوب ہونا تو ایسا ضرور کرنا“۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائی "فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروب ومن الیل فسبحه وادبار السجود"۔ (ق۔۵۰۔۳۹تا۴۰)

”اور تسبیح کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اور رات کو بھی پھر اس کی تسبیح کرو اور سجدوں کے بعد بھی“۔

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد کا یہ پیغام خود پا کر کیسے حسین انداز میں اپنے صحابہ کرام کو دیا۔ یہی تو تذکیہ ہے، یہی تو حکمت ہے، اسی میں محبت ہے، اسی میں شفقت ہے۔ یہ وہ انعام واکرام ہیں جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بے پایاں تھے۔ احسانات کی یہ بارش تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ برسائی۔ اور تحمیدِ ربِ جلیل کے پھول کھلائے۔ یہ درسِ سرمدی آج بھی انسانیت کو صراطِ مستقیم دکھاتا ہے۔ منزل پر پہنچاتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ انسان ان فرمودات کو حرزِ جاں بنائے۔ حمد ومناجات کی صدائیں شب کے بھیگتے لمحوں میں الحاح وزاری سے بلند کرے اور ربِ دو جہاں کی عنایات سے سرفراز ہو جائے۔ لہر صداقت، مظہرِ رحمت اور مخزنِ شفقت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ”اللہ حیی وکریم، اس کو اس بات سے بڑی شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس کے روبرو ہاتھ پھیلائے اور وہ اُس کو خالی یا نامراد واپس کردے“۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم حمد باری تعالیٰ کو منظوم صورت میں پیش کرتے ہوئے عام شاعری کی طرح حظِ مزاج تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تسبیح وتقدیس کی معراج ہے۔ عجز وانکساری کا تاج ہے اور قلبی واردات کا خراج ہے۔ سید ابرار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے ہاتھ پر شمار کرتے ہوئے فرمایا ”تسبیح نصف میزان کو بھر دیتی ہے اور الحمد للہ اسے پورے طور پر پُر کر دیتی ہے۔ اور تکبیر جو کہ آسمان اور زمین کے بیچ ہے سب کو بھر دیتی ہے“۔

حمد کے انوار قاسمِ علم وعرفاں، راحتِ قلوبِ عاشقاں، فخرِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ارشادات میں چمکتے دمکتے ملتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے لڑکے! میں تجھ کو چند کلمے سکھا رہا ہوں۔ اللہ کو یاد رکھ وہ تجھے یاد رکھے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو اس کو سامنے پائے گا۔ جب بھی مانگ اللہ سے مانگ اور جب مدد کی خواستگاری کر تو اللہ سے کر“۔

ارشاداتِ عالیہ میں کس قدر حسن وجمال ہے، آرزوؤں کا دمکتا کمال ہے۔ اس اجمال میں کس

قدر استقلال ہے، حمد کی گہرائی میں خیالات کی کتنی رسائی درکار ہے۔ عاجزی کی انتہا، اسلوب کی ضیا اور ارادے کی تمنا درکار ہے۔ خود خیر الوریٰ صادق البیاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عجز کی ترجمانی کرتے ہیں: ”میں تیری تعریف نہیں کر سکتا تیری تعریف وہ ہے جو تو نے خود کی“۔ (شرح اسماالحسنیٰ) کسی شاعر نے اسے یوں بیان کیا ہے:

کہہ سکے اُس کو کون کیسا ہے   آپ ہی جانتا ہے جیسا ہے

خالقِ کائنات نے تخلیقِ آدم کے بعد اسے علم کے نور سے منور کر کے اشرف المخلوق بنا دیا۔ وہ مسجودِ ملائک ٹھہرا۔ پھر اسے دنیا میں بھیج کر کہا ”سیروفی الارض“ یوں انسان کے لیے ہر چیز کو مسخر کر دیا۔ اسے تحقیق وتفکر کی قوت عطا کر کے، گہرے پانیوں میں، تندوتیز ہواؤں میں، لامحدود فضاؤں میں، سیاروں اور ستاروں کی بلند پست دنیاؤں میں، مطالعہ کائنات کے ذریعے اسرار ورموز جاننے اور اللہ کی قدرت وحکمت کو سمجھنے کا علم دیا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ”یوتی الحکمة من یشاء ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا“۔ (البقرہ۲۔۲۶۹)

”وہ جسے چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت مل گئی سو در حقیقت اسے خیر کثیر مل گئی“۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ حکیمِ مطلق تو ہر آن مخلوق پر اپنی حکمت کی بارش کرتا رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سنگلاخ زمین پر حکمت کی باتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اور نرم ونازک، گداز وممتاز زمین پر یہ حکمت کی بارش پھول اور پھل لاتی ہے۔ یہ بقدرِ ظرف کا معاملہ ہے کہ جاہل حکمت کا نور پا کر اس کو بیان کرنے سے قاصر رہتا ہے اور ایک علم وفکر کا مالک اسے حسنِ بیان سے نکھار دیتا ہے۔ ایک فلسفی کو حکمتِ کلام دیتا ہے ایک شاعر کو حکمتِ شاعرانہ عطا کرتا ہے، علیٰ ھذا القیاس۔ حکیمِ مطلق کی رحمتیں تو ہر لمحے، ہر وقت برستی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اس عنایت، اس دولت کی حکمت کو دیکھیے کہ ایک جاہل کو وہ خوب مال وزر سے نوازتا ہے اور ایک عالم کو علم کی ثروت سے مالا مال کرتا ہے مگر زر وجواہر سے محروم رکھتا ہے۔ یہ تو حکیم ودانا کی بانٹ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے:

رضینا قسمة الجبار فینا……… لنا علم وللجهال مال

”ہم تقدیرِ الٰہی پر خوش ہیں کہ ہمیں علم دیا اور جاہلوں کو مال“۔

یہ علم وحکمت کی دولت انسانوں کو عطا کی گئی ہے۔ اس علم کے بھی دو زاویے ہیں علمِ حضوری اور علمِ حصولی۔ علمِ حضوری اگر انبیائے کرام کو عطا ہوا تو وہ دین کی شکل میں نمودار ہوا۔ کتاب وحکمت کا علم کہلایا۔ اگر شاعر، ادیب، مغنی، مصور وغیرہ کو ودیعت ہوا تو وہ مختلف تخلیقات کا مصدر ومنبع بنا۔ جب کہ علمِ حصولی تو ناقص ومشکوک ہے۔ جس قدر حاصل کیا جائے گا انسان اسی قدر ترقیاں کرتا چلا جائے گا۔ وہ روحانی ہوں یا مادی۔

قرآن حدث سے یہ چند نکات کا مقصد اولی یہ ہے کہ ان انعام و اکرام کی بارش سے شعرائے کرام تحمید رب جلیل کے انوار کو اپنی حمدیہ شاعری میں کیسے سمو سکتے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ حمد جو کہ ایک ذکر ہے اس کا حسن و جمال اشعار میں کس طرح ضیا بار ہوتا ہے۔ شاعر اپنے خیالات کی جمیل کہکشاں کیسے سجاتے ہیں۔ مضامین و موضوعات حمد کی دل کش قوس قزح کے رنگ کیسے بناتے ہیں۔ خالق کائنات کی جو رعنائیاں، جو بینائیاں، کبریائیاں، توانائیاں، اور دانائیاں قدم قدم پر، عرب عرب پر، عجم عجم پر، روش روش پر، قریہ قریہ میں، جزیرہ جزیرہ میں بلکہ نظارہ نظارہ میں ستارہ ستارہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کو اپنے ایمان کے نور سے، علم حضوری کے شعور سے اپنے اشعار کی زینت کیسے بناتے ہیں۔ ان کا شوق فراواں صحراؤں سے، فضاؤں سے، گھٹاؤں سے، خلاؤں سے اور آبشاروں کی ابھرتی صداؤں سے کیسی کیسی الحمید کی، الحکیم کی اور العلیم کی پُر ضیا عطاؤں کو چنتا ہے۔ اس میں کتنا عجز ہے۔ کتنا گداز ہے اور لطافت روح کا کتنا سوز و ساز ہے۔

تاریخ شعر و سخن کا مطالعہ ہمیں زبان اردو کی شعری کائنات میں لے جاتا ہے۔ متقدمین کی تخلیقات میں حمد و ثنا کی روایات سے آشنا کرتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حمد مناجات کے غنچوں کے چٹکنے کی صداؤں میں حصول ثواب کی خوشبو بکھری ہوئی ہے۔ ان کے دواوین میں حمد و نعت کا التزام ہے۔ یہ اشعار حصول برکت کے لیے شامل ہیں۔ حمد کی مرتفع روایت نہیں ہے کہ اس کا چلن عام ہو۔ ہاں اللہ کی کبریائی اور یکتائی کی صدائے جاں گداز ضرور گونجتی ہے۔ آج سے چار صدیاں قبل یعنی سترھویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہمیں پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ ملتے ہیں ان کے قدیم لہجے اور اسلوب کی حمد کے دو شعر پیش ہیں۔

بندہ ہوں گنہ گار خدا میرا گنہ بخش   تج لطف کیرا فیض خدا منج کوں سدا بخش
تج لطف تھے موجود ہوا جیوتی میں   آپ رحم کے نوراں سوں میرے دل کوں جلا بخش

حمد کے اس سلسلہ متقدمین میں کئی شعراء ہمارے سامنے آتے ہیں۔ صرف ایک مثال اور پیش کرتا ہوں: شاہ ولی گجراتی

کہتا ہوں ترے نام کو میں ورد زباں کا   کہتا ہوں ترے شکر کو عنوان بیاں کا
ہر ذرۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی   یوں بوجھ کے بلبل ہے ہر اک غنچہ دہاں کا

حمد و مناجات کے یہ پھول اپنے اندر تشکر، استعانت، نوید رحمت، اور درد و الم سے نجات جیسے مضامین رکھتے ہیں۔ تفصیل سے درگزر کرتے ہوئے متوسطین سے گزرتے ہوئے متاخرین کی کاوشوں کے مظہر چند حمدیہ اشعار یہاں درج کرتا ہوں۔ اس عہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ شعرائے کرام حمد کے اشعار میں آیات قرآنی سے انوار فکر و خیال حاصل کرتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر الحمد للہ کی فضا عنبر فشاں ہو جاتی ہے۔ بہار جاوداں، جلال و جمال خدائے ارض و سماوات ضو فشاں ملتی ہے۔ اور جدید اسلوب

درخشاں دکھائی دیتا ہے۔

حضرت اکبر الہ آبادی:

ہر مرغ باغ تیری تسبیح پڑھ رہا ہے   ہر برگ کی زباں سے سنتا ہوں نام تیرا

حضرت انجم:

مقصد کیا جو وصف خدائے علیم ہو   یارا نہیں جو شرح الف لام میم ہو

حضرت اعجاز:

لے رہا ہے غنچہ غنچہ کھل کے نام اللہ کا   بھر رہا ہے پتا پتا دم مدام اللہ کا

نظیر اکبر آبادی:

کیا ہدہدوں کی حق حق کیا فاختا کی ہوہو   سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ کیا پکھیرو

میر انیس:

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے   بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا   جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

گفتگو علامہ اقبال کے سرود سحر آفریں تک آ پہنچی ہے تو یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اقبال کی شاعری کا سرچشمہ ان کی قرآنی فکر ہے۔ اقبال کے نزدیک قرآن حکیم دنیا کی کتابوں میں سے ایک کتاب نہیں بلکہ "الکتاب" ہے۔ اس عالم ہست و بود میں جو حکمت، جو ہم آہنگی، جو حسن و جمال، جو نظم و ضبط کا کمال نظر آتا ہے اور جسے علامہ اقبال فطرت کا سرود ازلی کہتے ہیں وہی سرود ازلی قرآن کے صفحات میں ایک اور انداز سے جلوہ گر ہے۔ اگر کائنات قرآن تکوینی ہے تو کتاب اللہ قرآن تدوینی۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم   حکمتِ اولایزال است وقدیم
نسخۂ اسرار تکوینِ حیات   بے ثبات از قوتش گیرد ثبات

(اسرار و رموز ص ۲۱)

جب ایسا شاعر جو بحر قرآن میں غوطہ زن ہو کر اپنے قلب و ضمیر، اپنے فکر و تدبیر، اور اپنی تعبیر و تحریر کو اللہ کے رنگ میں رنگتا ہے "صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ"۔ (البقرہ، ۱۳۸) "رنگ اللہ کا چاہیے اس سے زیادہ حسین و جمیل رنگ اور کیا ہو سکتا ہے"۔

اس سے بڑھ کر مرصع و شعلہ بار کلام اور کس کا ہو سکتا ہے۔ اقبال کی شاعری حقیقتاً ایک با مقصد اور حکیمانہ نظام رکھتی ہے۔ اور ایک ایسا پیغام رکھتی ہے جو اللہ اور اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کی رہنمائی کے لیے لابدی سمجھتے ہیں۔ اقبال نے قرآن حکیم سے یہی حکمتیں، یہی لذتیں، یہی عظمتیں اور یہی مدحتیں چنی ہیں۔ یوں حمد و ثنا کا ایک نیا گلشن کائنات شعر و سخن میں مہکتا ملتا ہے۔ ان کی زندگی کے آخری لمحات تو خصوصاً قرآن حکیم کی صحبت میں گزرے رات کی تنہائی شدت گداز سے بھیگتی رہی اور التجا و حمد

کے پھول کھلتے رہے۔ قوتِ فکر جگمگاتی رہی، تشبیہات نیا نیا اسلوب اختیار کرتی رہیں۔ دیوانگی کے عالم میں قادرِ مطلق سے عجیب رنگ میں سرگوشیاں کرتے رہے۔

در دشتِ جنوں میں جبریل زبوں صیدے   یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ
تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ   کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار   نیلے نیلے، اودے اودے، پیلے پیلے، پیرہن
من کی دنیا من کی دنیا عشق و مستی جذب و شوق   تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سود از فکر وفن
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی   تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے   ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ حمدیہ کلام نہیں تو اور کیا ہے؟۔ جدید اسلوب، جدید مضامین، قرآنی آیات کی نکھری ہوئی تاویلات، حمد کے کتنے رنگ ہیں۔ یہیں سے حمد کا کینوس وسیع ہوتا ہے۔ موضوعات کی ایک بہار ہے جو عصرِ حاضر میں حمد کی صورت میں اصنافِ سخن میں جلال و جمال کا مرقع بن کر ابھرتی ہے۔ کتنی وسعت ہے تحمید الحمید میں۔ کتنی خیال آفرینی ہے، استعارات و تشبیہات کی کتنی ضوفشانی ہے جو اس موضوعاتی صنفِ سخن کو معراجِ کمال تک پہنچاتی ہے۔

آیئے منظر عارفی کے گلدستۂ حمد وثنا میں ان کی فکری ضیاؤں، ادبی اداؤں اور قرآنی صداؤں کی ترجمانی کے گہرہائے گراں مایہ سے اپنے کیسۂ فکر کو باثروت بنائیں۔ مجھے یہ آغاز ہی میں اعتراف ہے کہ حمد وکو حمد کے دائرے میں نقد ونظر کے تناظر میں دیکھنا نہایت وقت طلب کام ہے۔ اور میرے خیال میں اصنافِ سخن میں حمد ہی ایسی صنف ہے جس میں شاعر کا جذبہ تخلیق، سرمایۂ فکر اور حسنِ اسلوب آئینۂ امتحان میں دیکھے جاتے ہیں۔ کہ کیا حمدِ باری تعالیٰ حمد ہی ہے؟۔ اسی لیے اسے مشکل صنف قرار دیا گیا ہے۔ آپ کو اس خیال سے اتفاق یا اختلاف کا حق حاصل ہے مگر منظر عارفی کے حمدیہ کلام ''کمالِ سخن'' کے ابتدائیے ''تحدیثِ نعمت'' میں تحریر کردہ چند سطور نے میری مشکل حل کر دی ہے کہ ''میں نے کوشش کی ہے کہ میں میری شاعری میں حمد باری تعالیٰ اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ اگرچہ نہ سہی لیکن ایک بڑی حد تک حمد باری تعالیٰ ہی رہے''۔

''کمالِ سخن'' کے مطالعہ نے منظر عارفی کے نظامِ فکر کی ساحری، نفسِ مضمون کی تازگی، جدید اسلوب کی دلکشی، اور قلبِ مطمئنہ کی عاجزی سے روشناس کیا ہے اور حمد کے چمکتے دمکتے موتیوں کو چن کر کیفِ مدام، دلربا پیغام اور راحتِ دوام پایا ہے۔ حمد الحمید اور ثنائے الحکیم میں پیش کردہ صفاتِ جلیلہ، عظمتِ جمیلہ، اور قدرتِ کاملہ کا حسن و جمال اور نکہتِ گلِ گلاب سے تنزیہہ و تطہیر کا لمحۂ تمجید حاصل کیا ہے۔

حمد کے مباحث میں قرآن وحدیث کے حوالے سے جو لولوئے مکنون نوکِ قلم پر آئے ہیں یہی حمد وثنا کی بنیادیں ہیں۔ یہی ذاتِ بے نیاز کے مقتدرِ اعلیٰ اور بااختیار مدبر ہونے کی دلیلیں ہیں۔ جب

منظر عارفی کے حمدیہ خزانے میں بیناتِ قرآنی کی ضیائیں دیکھتے ہیں تو فوراً زبان پر آجاتا ہے۔ ''یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان'' (الرحمٰن ۵۵۔۲۲) ''اور دونوں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں''۔

یہی وہ گہرہائے آبدار ہیں جنہیں منظر عارفی اپنے حمدیہ کلام میں اس طرح پروتے جاتے ہیں کہ گلشنِ شعروادب میں تجلیاتِ الٰہی کی بہار قلب ونظر کو معطر کرتی جاتی ہے۔ میں اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں کمالِ سخن سے چند اشعار پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

ہر اِک کمال میں وسعتِ کمال تیرا ہے   ہر اِک جمیل پہ روشن جمال تیرا ہے
ہر ایک چیز کے نفع وضرر کا تو خالق   ہر ایک شے میں ہے جو اعتدال تیرا ہے
میں جس پہ ناز کروں وہ ترا کرم ہے کریم   میں جس سے ڈر کے رہوں وہ جلال تیرا ہے
تری ہی تجلی تری ہی خدائی   سرِ طور یا رب پسِ طور یا رب
کہاں کون سی شے سے ظاہر نہیں تو   ہماری ہی آنکھیں ہیں بے نور یا رب
قطرہ قطرہ ہے اُسی کا تابع   ذرّے ذرّے پہ حکومت اُس کی
کس مکاں میں نہیں اُس کی باتیں   کس زماں میں نہیں شہرت اُس کی

قرآن مجید فرقانِ حمید کی تعلیم کا اولین نکتہ جو حقیقتِ عظمیٰ، صداقتِ بیضاء اور عبارتِ زیبا ہمارے سامنے رکھتا ہے وہ حقیقت الحقائق کے اس فرمان میں ہمیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ''ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر''۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز پر قادر ہے''۔

منظر عارفی اسی حسنِ بیان، اسی چشمۂ عرفان اور اسی حکمتِ قرآن سے تصورات وخیالات، افکار ومحاکات اور رفعتِ تخلیقات پاتے ہیں۔ اسی قدر سنجی کی حدود میں ہم ان کے ظرف کی عالمگیریت اور لامحدودیت کا نظارہ کرتے ہیں۔ تخلیقی اور فنی پہلو میں زور و شور اور بلند آہنگی ان کی حمد طرازی کا طرۂ امتیاز ہے جو تعلیماتِ قرآنی کا مرہونِ منت ہے۔ وہ قرآنِ حکیم کی اس آیت کے مصداق کہ ''الم تعلم ان اللہ لہ ملک السمٰوات والارض''۔ (البقرہ ۲۔۱۰۷) ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے''۔

اپنی حمد کی شعری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی خلاقی، حاکمیت، قدرت، قہاری، ملکوتیت کے رنگا رنگ پھول کھلاتے ہیں۔ حسنِ اسلوب میں صنائع وبدائع کی صناعی سے اشعار کو پُرکشش اور پُرتاثیر بناتے ہیں۔ قدرتِ عظمیٰ کی یہ جمالیاتی ضیائیں ادب میں حسنِ تسکین کا موجب بنتی ہیں۔ خصوصاً منظر عارفی نے اسرارِ کائنات، انوارِ کائنات اور آثارِ کائنات کے گنجینۂ معانی اور آئینۂ حسن وجمال کے ذریعے جذباتِ انسانی کی تہذیب کی ہے۔ دیکھیے:

تو ہی خالق، تو ہی مالک، تو ہی رازق، تو کریم   ہر صفت میں ضو فگن [illegible]
نور کی کرنیں ہوں، خوشبو ہو کہ رنگوں کا طلسم   جگمگائی [illegible]

سارے عالم کے لیے مختص ترے لطف و کرم
وہ بے پروائے اسباب و علل اس پر بھی قادر ہے
دنیائیں ہیں بچی ہوئی تیرے ہی حکم سے
ترے ہی حکم پر ساکت فلک ہیں
خدا تو پھر خدا ہے، قادرِ مطلق ہے، مالک ہے

ساری خلقت پہ فراواں ہے مدارائی تری
فنا کی گود میں مولودِ ہستی کو جواں کر دے
ذرّوں میں اعتدال ہے قطروں میں زندگی
تری طاعت گزاری میں زمیں ہے
ابھی تک چھو نہیں پائے حقیقت انس و جاں تیری

انسانی عقل و شعور اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی گہرائی و گیرائی کو اپنے احاطۂ بیان میں لا سکے۔ مظاہر کائنات کو شمار میں لانا بے حد محال ہے۔ صرف یہ کائناتِ ہستی جس سے ہم دوچار ہیں اس کی تخلیق کے پیچھے مصالح اور حکمتیں ہیں۔ قرآن حکیم نے اسے باطل نہیں کہا ہے انسان کو تو حکم دیا ہے کہ اس کو تسخیر کرے۔ انسان اس پر غلبہ پانا چاہے اور اس مہم کو سر کرنا چاہے تو جدوجہد کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنی بصیرت اور دور بینی کو تیز تر کر دے۔ اور مظاہر فطرت کی تہ میں موجود حقیقت تک رسائی کے لیے اپنی قوتوں کو متحرک بلکہ ہمہ وقت تیار رکھے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حکمت اور تخیل سے سرفراز انسان (شاعر، ادیب، محقق، مصور) حسن و قبح اور حق ناحق کے پیمانے اور سانچے قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مستعار لے۔ غور کیجیے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم وحی بلیغ اور حکیمانہ طریقے سے تعلیم و تربیت فرماتے تھے، جیسا کے شروع کی سطور میں واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو مروج معیاروں اور تصورات کو لوگوں کے قلوب و اذہان سے اکھاڑ پھینکتے اور ان کی جگہ اسلامی معیارات و تصورات پیوست کر دیتے تھے۔ یہی کام ایک حمد نگار کا ہونا چاہیے کہ وہ صرف اپنی شہرت کے لیے جیسا کہ بیشتر شعرا و کرام بقول منظر عارفی ''حمد و نعت کے موضوعات سے واقف نہیں مگر نئے نئے تجربے کرتے ہیں جو قرآن و سنت اور تاریخی حقائق کے خلاف ہوتے ہیں'' (تحدیثِ نعمت، ابتدائیہ کمالِ سخن) وہ خود دعا کرتے ہیں:

منظر کے افکار و قلم کو اپنی خاص اماں میں رکھ
لایعنی باتیں نہ کروں میں مولا تیرے بارے میں

مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ منظر عارفی نے اپنے حمدیہ کلام میں اظہار و بیان کے قرینے قرآن و سنت سے حاصل کیے ہیں۔ ان کے تصورات نے صنفِ حمد میں افکار و خیالات کا انقلابی رنگ سمو دیا ہے، یہ حسن و جمال حمد کائناتِ سخن میں کم کم نظر آتا ہے۔ وہ ایسے شاعر نہیں ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم نے کہا ہے کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا اثر منظر عارفی کے آہنگ اور اسلوبِ نگارش پر چھایا ہوا ہے۔ ان کے لیے میری یہ قدر رنجی ایک ادنیٰ سے طالبِ علم کے حوالے سے ہے۔ لیجیے ''کمالِ سخن'' سے اس کا ثبوت حاضر ہے۔

بشر تیرے، ملک تیرے، زمیں تیری، فلک تیرے
سماں تیرا، خلا تیری، فضا تیری، ہوا تیری
تو رب العالمیں، تو خالقِ کُل، مالکِ عالم
نمو تیری، قضا تیری، فنا تیری، بقا تیری
قمر میں، آنکھ میں، آئینے میں، مومن کے سینے میں
ضیا تیری، چمک تیری، جلا تیری، ولا تیری

سبحان اللہ! کیا صنعتِ مراۃ النظیر کے حسن کی تابانی قلب و نظر کو مسحور کرتی ہے۔ مزید ثبوت حاضر ہیں:

یہ جہاں کے سارے منظر تری ذات کا نشاں ہیں
مرے رب عیاں بھی تو ہے میرے رب نہاں بھی تو ہے

……☆……

کُل جس کے تصرف میں ہے قدرت ہے خدا کی
جس پہ کوئی حاوی نہیں قوت ہے خدا کی
ہم دیکھتے ہیں چرخ پہ جیسے مہِ کامل
جنت میں اس انداز سے رویت ہے خدا کی

……☆……

زمیں پہ تیری حکومت زماں پہ حکم ترا
کہاں نہیں، کہ نہیں ہے یہاں پہ حکم ترا
ہر ایک ظاہر و باطن سے آرہی ہے صدا
نہاں پہ حکم ترا ہے عیاں پہ حکم ترا
یہ راز بھی تری آیات ہی نے کھولا ہے
ہر ایک چیز کے سود و زیاں پہ حکم ترا
ہمیں یقین ہے اک لہر بھی نہیں اُٹھے
اگر نہ جاری ہو آبِ رواں پہ حکم ترا

……☆……

جو کچھ بھی ہے جیسا بھی ہے کُل عالم کے کاسے میں
سب کچھ تیرے حکم کے تابع سب کچھ تیرے قبضے میں
بے شک تو ہی سب کا خالق بیشک سب کا مالک تو
جو کچھ بھی پردے پہ یا جو کچھ بھی ہے پردے میں
تیری ہی قدرت کے جلوے، تیری ہی تخلیق کی ضو

سورج میں، جگنو میں، دیے میں، میری آنکھ کے دیدے میں
تیرے ہی ہاتھوں نے رکھی ہے لعل و گوہر کی قیمت
تیری ہی قدرت نے رکھا ہے آئینہ آئینے میں

ابھی تو منظر عارفی کے کیسۂ تخیل میں اور بھی جواہر پارے موجود ہیں ''کمال سخن'' کا مطالعہ کیجیے آپ کا کیسۂ مطالعہ اور بہت سے قدرتی مناظر سے بھر جائے گا۔

انسانیت کے دستور، ہدایت سے معمور، احکاماتِ لدنی سے بھرپور، اللہ تعالیٰ کی کتاب نور کا آغاز ''الحمدللہ رب العالمین'' سے ہوتا ہے۔ یہ سورہ الفاتحہ کے اندر مضامین و موضوعاتِ حمد کی ایک ایسی کہکشاں رکھتی ہے جس کے ستارے بے حد و بے حساب ہیں۔ رب کائنات کی صفات کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ حمد کے وہ تمام زاویے، اللہ کی تعریف کے وہ تمام دائرے، شعرائے حمد کو رنگا رنگ مضامین فراہم کرتے ہیں۔ ان کے تصورات کے پردے پر جمالیاتِ حمد میں جو جلال و جمال کا حسین امتزاج شعرائے کرام کے کلام میں چمکتا دمکتا ملتا ہے وہ الحمدللہ کی جمالیاتی تفسیر کا فیضان ہے کہ حمد میں ایسے ایسے اسرارِ حیات و کائنات در آئے ہیں جو روح کو مصفا اور قلب کو صیقل کرتے ہیں۔ حمد کی یہ معروضی خوبیاں جب شاعر کے خیالات کو حسین و جمیل صورت گری پر ابھارتی ہیں اور اللہ کی یکتائی، خلاقی اور صناعی کو حمد کا ذخیرہ بناتی ہیں تو ''الحمدللہ رب العالمین'' کے بے شمار تفسیری حقیقتیں حسن و جمال اشعار بنتی ہیں۔ میں یہ باتیں منظر عارفی کے حمدیہ کلام کے مطالعہ میں ضیاء پاشیاں پا کر رقم کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ ایک پاکیزہ ماحول ہے جو قاری کو شاعر کے والہانہ عشق میں گرفتار کر لیتا ہے۔ اور حمد کی صبح درخشاں جو پُرسکون وادیوں کو مہکا رہی ہے، ان کا سیاح بننے پر مجبور کرتا ہے۔ یہ منظر عارفی کا شاعرانہ ہنر ہے جو ہر نگاہ کو اپنا اسیر بنا لیتا ہے۔ آیئے! شاعر کی وابستگی الحمدللہ کی تفسیری لوازمات سے منتخب کردہ موضوعات کی سیر کریں:

یقیں کی قوتوں سے یہ یقیں ہے   خدایا تو ہی رب العالمیں ہے
ہے انتہائی مؤثر تر بھی مالک   ترا ہر نام جتنا دل نشیں ہے
بیاں کرتا نہیں ہے کون تیرا   تری تعریف کس لب پر نہیں ہے

* * *

تو پاک ہے، تو لائق تعریف، لا شریک
تری قسم تو ہی معبود کائنات کا ہے
خدا کے حکم کو مانیں خدا کے ہو کے رہیں
ہمارے لیے طریقہ یہی نجات کا ہے
تو رب ہے، ایک ہے، اور لائق عبادت ہے
یہی تقاضا بشر کی شعوریات کا ہے

خدا ہے اب بھی نگہباں ثبوت ہے منظر
قدم قدم جو رواں کارواں حیات کا ہے

* * *

یہ دلیل کتنی روشن ہے تری ربوبیت کی
پسِ فکر بھی ہے تو ہی تو سرِ بیاں بھی تو ہے
کسی حال کا ہو بندہ یہ یقین مانتا ہے
بڑا رحم کرنے والا بڑا مہرباں بھی تو ہے

* * *

میری سوچیں میرے لب، تیرے لیے
میرے مالک میرا سب تیرے لیے
حمد کے الفاظ گُل ہائے ثنا
بندگی کے سارے ڈھب تیرے لیے

* * *

اللہ سب سے اعلیٰ اللہ سب سے بالا
وہ اپنی ذات کا خود مضبوط تر حوالہ

* * *

تو عظیم تر، تو کریم تر، تو رؤف تر، تو رحیم تر
تری ذات پاک جمیل تر، تو خدائے حسن و جمال ہے
مجھے اپنے در کے سفر پہ رکھ، مجھے اپنی خاص نظر میں رکھ
میں ہوں تیرا منظرِ پُر خطا، مری آخرت کا سوال ہے

* * *

تو ہی تو ہے جو سہارا دیے ہوئے ہیں ہمیں
تو ہی تو ہے جو مددگار ہے خدائی کا

اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے۔ الفاتحہ سورت کی دوسری آیت ''الرحمٰن الرحیم'' اسی دعویٰ کی دلیل ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علمی اور فنی زاویۂ نگاہ سے اس پر غور کرتے ہوئے کہا ہے

> ''رواں عربی زبان میں بڑے مبالغے کا صیغہ ہے۔ لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے، اس قدر وسیع ہے، ایسی بے حد و حساب ہے کہ اس کے بیان میں مبالغہ آرائی عمل

احسن اور اظہار حقیقت ہے خود رب کائنات کا اپنی صفت قرآن میں ''الرحمٰن الرحیم'' بیان کرنا اس کی تصدیق ہے''۔

قرآنِ حکیم کے مطالعے سے رحمت و مغفرت کا مضمون کثرت سے بیان ہوا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ''رحمت للعالمین'' کا وصف عطا فرما کر یہ حکم بھی فرمایا ''وقل رب اغفر وارحم وانت خیر الرحمین'' (مومنون: ۱۱۸) ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کہو، میرے رب درگزر فرما اور رحم کر اور تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے''۔

اس دعا کی لطیف معنویت پر اگر غور کیا جائے تو یہ عقدہ کھلتا ہے کہ جب تاجدارِ ملکِ ہدایت، مطلعِ نبوت، مقطعِ نظمِ رسالت، صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑایا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم ڈھایا جاتا تھا، تو ربِ ارض و سماوات حکم دیتا ہے کہ تم ٹھیک یہی دعا مانگو۔ ہم ان ظالموں سے آخرت میں خود ہی نمٹ لیں گے۔ رحمت کی یہ صفت اللہ تعالیٰ کی شانِ الوہیت کی غماز ہے۔

''الرحمٰن الرحیم'' وہ اسمائے حسنہ ہیں جن میں رحمت و شفقت کا ایک دریا ٹھاٹیں مارتا ہے۔ وہ مادر مہربان سے زیادہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ وہ اس کائنات کا ایک ناظم بھی ہے۔ ہر طرح کا قانونِ قدرت اس کی گرفت میں ہے۔ انسان اس نظمِ قدرت کو توڑ کر مبتلائے معصیت ہو جاتا ہے۔ مگر وہ رحمٰن و رحیم پھر اسے ڈھیل دیتا ہے۔ سنبھلنے کا موقع دیتا ہے۔ یہ کس قدر رحمت کا ابرِ کرم ہے کہ گناہ گاروں پر بھی برستا ہے۔ کتنے بڑے بڑے ملحد، مشرک، متکبر اور غافل انسان ہیں جو اس کی ربوبیت، الوہیت، اور خالقیت پر معترض بلکہ مخالفت میں شب و روز سرگرداں ہیں مگر اس کی رحمت انہیں بھی دنیوی قوت، حاکمیت، اور عیش و عشرت کے سامان فراہم کرتی ہے۔

صنفِ حمد میں رحمت کے عنوان کے تحت کیسی کیسی ضیائیں ہیں، کیسی کیسی ردائیں ہیں، کیسی کیسی عطائیں ہیں، اور کیسی کیسی ادائیں ہیں کہ تحمید ذوالجلال والاکرام کی دولت سے مالا مال شاعر چمنستانِ حمد میں دلربا، دل کشا، جانفزا، پھول کاشت کرتا ہے۔ اور جب ان گلوں کی نکہت قاری و سامع کی تطہیر و تنزیہ کرتی ہے تو قلب و نظر پُر نور ہو جاتے ہیں۔ صنفِ حمد اصنافِ سخن میں مرغوب و مطلوب بن جاتی ہے۔ منظر عارفی کے مرقع ''کمالِ سخن'' میں اسلوب کی جدت، خیال کی ندرت اور فکر کی رفعت ''رحمت'' کے ذیشان مناظر تراکیب و لفظیات کی نئی دنیا بسائے ہوئے ہیں۔ حقیقت کے عرفان کی وسعت ان ہی سے ہویدا ہے۔ اور یہی ان کی انفرادیت ہے جو ان کو فنی لحاظ سے کامیاب کرتی ہے۔ ان اشعار کے رمز و کنایہ میں جھانک کر دیکھیے، رحمت کی کیسی بوقلمونی ہے جو صنفِ حمد میں کم کم دکھائی دیتی ہے۔

راحم و ذوالجلا ل تیری ذات   اے خدا لازوال تیری ذات
سارے عالم میں ایک اِک کا ہے   رکھنے والی خیال تیری ذات

فضل سے اپنے جس کو چاہے کر دے   اعلیٰ و بے مثال تیری ذات
دستِ وسعت سے اپنے بندوں کو   دے رہی ہے کمال تیری ذات

……☆……

تری رحمت نے ہم سے رُخ نہ پھیرا   اگرچہ عمر بھر ہم نے خطا کی

……☆……

کون سے انساں کے حق میں کب کہاں مہکا نہیں   رب کے الطاف و کرم کا عفو و رحمت کا گلاب
اپنے دستِ خاص سے سب پر لٹاتا ہے خدا   چشم پوشی کے جواہر، فضل و نعمت کا گلاب

……☆……

مرے مالک! تری رحمت ہی لائق ہے سرِ عزت
وگرنہ سچ یہ ہے میں خود کو رسوا کرتا رہتا ہوں
ترے اکرام کا مینہ بے رُکے مجھ پر برستا ہے
مگر میں بندۂ ناشکر شکوہ کرتا رہتا ہوں
ہے منظر مجھ پہ ربِ مصطفیٰ کا فضلِ بے پایاں
میں اپنے رب پہ ایماں کا اعادہ کرتا رہتا ہوں

……☆……

ملتی ہے عطا سے تیری نعمتِ عزت   دیتا ہے ترا فضل شرف جاہ و حشم کا

……☆……

کیا اس کے تقابل میں کسی ماں کی محبت   جس درجہ تڑپ والی محبت ہے خدا کی

……☆……

اخلاص سے جو رب کا وفادار رہے گا   اللہ کی رحمت کا سزاوار رہے گا

……☆……

اُس کی رحمت اگر نہ ہو منظر   ایک اِک سانس ہو بلائے جاں

……☆……

تیرے محبوب پیمبر کے بہت سے اقوال   عاصیوں کو تری رحمت کا پتا دیتے ہیں

ایک پوری حمد ''کمالِ سخن'' میں رحمتِ رب کریم کے حسن و جمال کے مختلف رنگ جو ندرتِ خیال و معانی کے شہکار ہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہاں مطلع درج کرتا ہوں جو آپ کو مطالعہ کی دعوت دیتی ہے۔

سر میں سودائے عبادت بھی تری تخلیق ہے
پھر عبادت میں حلاوت بھی تری تخلیق ہے

تحمیدِ ربِ علیم وخبیر ایک سعادت ہی نہیں ایک عبادت بھی ہے۔ شاعر کے تصورات حقیقتِ کبریٰ کے مختلف پہلوؤں کے حسن و جمال سے معمور ہو جاتے ہیں۔ حمد نگار کی گفتار اللہ کی گفتار ہوتی ہے۔ اس کے فکر ونظر میں پاکیزہ انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے روح اور روحانیت اور الٰہیات پر غور وخوض شاعر کے علم وشعور کو منور کر دیتا ہے۔ مادیت ومحسوسات کے علم سے بہرہ ور سائنسدانوں کا طریقۂ استدلال شاعر کی سوچ میں پیچ بن جاتا ہے کیونکہ وہ ذاتِ خدا کے منکر ہیں۔ حمد کہنے والا شاعر ایک ایسا فن کار ہے جو کائنات میں ہر جگہ درخشاں انوارِ الٰہی سے اپنا فن سجاتا ہے۔ وہ آنکھیں موند لیتا ہے تو بھی اس کا ذہن نورِ خداوندی سے معمور ہوتا ہے اور وہ بیدار ہوتا ہے تب بھی تجلیاتِ ذات وصفات اس کے قلب ونظر، فکر وتدبر، اور باطن وظاہر میں درخشاں ہوتی ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر توحیدی شعور، زمان و مکان میں ایک ہی ذات کا ظہور، گوناگوں نعمتوں کا سرور اور لطف واحسان ربِ غفور اس کا سرمایۂ خیال، سوچوں کا جمال بن جاتے ہیں۔ حمد کا موضوع اسے سیروا فی الارض کا تمنائی بنا دیتا ہے۔ حسن اس کی صداقت اور صداقت اس کا حسن بن جاتی ہے۔

حمد نگار کے تصور پر کیوں اور کیسے حسین وجمیل نقوش ضوفشاں ہو جاتے ہیں پھر اس کا اسلوب مصنوعی اسلوب نہیں رہتا۔ اس کی زبان ناشکری کی زبان نہیں رہتی۔ صرف زینت آرائی اس کا مقصود نہیں ٹھہراتی۔ روایتی حمد نگاری اس کا جذباتی فعل نہیں بنتی۔ بلکہ حقیقت نگاری، شیریں بیانی اور اس کی حمد کا طرۂ امتیاز بن جاتی ہے۔ اس کے اشعار چراغِ حمد سے روشن ہو جاتے ہیں۔ اس کی لفظیات کو وہ ذہن کی پاکیزگی سے مصفیٰ اور مطہر ہو جاتی ہیں۔

منظر عارفی کی حمدیں ان ہی جذبات سے مملو ہیں۔ جن میں فکرِ قرآنی کا نور ہے اور وہ حمد کہنے میں گل لالہ لب جو کا تحیر، سوز و سوز کا تصور اور فطری علائم کا تموج اپنے اشعار کی زینت بناتے ہیں۔ وہ ایسی شبیہ کاری اور پیکر تراشی کرتے ہیں جن میں قرآن وسنت اور عالمِ فطرت کی رعنائیاں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ آیئے! ان کی حمد گوئی کی اداؤں سے قلب ونظر کو پُربہار کریں۔

کرتا ہوں ذکر ربِ عدیم الصفات کا
دل بیٹھتا ہے سینے میں افکاریات کا
ممکن نہیں کہ رب کی ثنا اس کے حق سے ہو
دامن بہت وسیع سہی لفظیات کا
ہر جزو کائنات سے پہچان ہے تری
ہر ذرہ آئینہ تری الٰہیات کا
برباد میری خاک نہ ہو اے مرے کریم
میں بھی ہوں ایک نقش تری خلقیات کا
منظر بفضلِ رب ہیں اُن افکار سے نہیں
جو رب سے جوڑتے ہیں تعلق منات کا

حمد کہنا حقیقتاً فطرتی مزاج کے عین مطابق ہے۔ اہلِ ایمان تو شب وروز خالقِ حقیقی کے حضور حمد کے نذرانے پیش کرتے رہتے ہیں۔ بلکہ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور جہاں جا کر غروب ہوتا ہے کم از کم پانچ مرتبہ مسلمان حمد وثنا بیان کرتا ہے۔ پھر حمد وثنا کا شاعر تو اپنی جمالیاتی تسکین ہی نہیں، رب

العزت کی کبریائی کا ذکر بے حد مسرت وشادمانی سے کرتا ہے۔ ادب کو حسن وجمال، لطف وکمال، اسی موضوعی صنف ”حمد“ سے عطا کرتا ہے۔ منظر عارفی نے بھی اپنی شستہ زبان میں حمد کہہ کر اور اپنے نادر تخیل سے ادب کو حقیقت الحقائق کے پُرتاثیر موضوعات سے نوازا ہے۔ ان کا جوش وسرمستی خود تڑپتا ہے اور تڑپاتا ہے۔ بلکہ مجھے تخلیقِ حمد میں ہمہ تن مگن ومدہوش شاعر منظر عارفی کو اقبال کے ان دو اشعار کے مصداق قافلۂ شعرائے حمد کا ساربان کہنے میں کوئی باک نہیں۔

سینۂ شاعر تجلی زادِ حسن
خیزد از سینائے او انوارِ حسن
(اسرار ورموز، ص ۳۰)
از نگاہش خوب گردد خوب تر
فطرت از افسونِ او محبوب تر
(ایضاً)

اس حقیقت کو منظر عارفی کے اسلوب میں حمد کہنے کی بوقلمونی کا نظارہ کیجیے۔

شاعری کے پیش عنوانوں میں لکھنا حمد کا
سر بہ سر ایک بحرِ رحمت ہے بہاپا حمد کا
ایک اک مضموں کے ہر پہلو پہ حد تک سوچیے
یہ مرا کہنا نہیں یہ ہے تقاضا حمد کا
حق تو یہ ہے پیش وپس ہیں سخت نازک مرحلے
گو بظاہر دیکھا بھالا سا ہے رستہ حمد کا
علم بھی دے، فن بھی دے، حسنِ عمل بھی دے خدا
شوق وجذبہ تو بہت اچھا ہے پایا حمد کا
عامل و کامل بنا دے منظرِ ناکارہ کو
یاالٰہی التجا کرتا ہوں وسیلہ حمد کا

……☆……

مرے مالک! مرے اِس فعل میں اخلاص عطا فرما
ترا بندہ ہوں تیرا ذکرِ اعلیٰ کرتا رہتا ہوں
مجھے اقرار ہے کہ یہ بھی تیری ہی عطا سے ہے
میں تیرے فضل پہ اندھا بھروسہ کرتا رہتا ہوں

……☆……

ہمارے لب پہ یقینی ہے گفتگو تیری
ہمارے دل میں یقینی خیال تیرا ہے

……☆……

وہ مجھے توفیق دیتا ہے کہ میں سوچوں اُسے
وہ مجھے تحریک دیتا ہے کہ میں لکھوں اُسے

منظر عارفی کو ہم حمد میں حسین صبح کے سحر آفریں منظر میں مسحور دیکھتے ہیں۔ بلکہ مجھے کہنے دیجیے کہ وہ بادِ صبح گاہی میں غنچہ و گل سے محو گفتگو ہیں۔ اور سوال اٹھاتے ہیں کہ حمد کیا ہے؟۔ پھولوں کی پتیوں پر چمکتے شبنمی قطرے اور کلیوں سے نکلتی ہوئی خوشبو، منظر عارفی کو عشق و محبت، تحمید کے مختلف انداز بتاتے ہیں۔ یہ حقائق منظر عارفی کی واردات قلبی بن کر اشعار میں ڈھل جاتے ہیں۔

فرشتوں کا قصیدہ حمدِ باری　　رسولوں کا وظیفہ حمدِ باری
زمیں و آسماں میں جو بھی کچھ ہے　　نہیں ہے کس کا خطبہ حمدِ باری
شعور و فکر سے لوکِ زباں تک　　تڑپنے والا نغمہ حمدِ باری
اگرچہ سب سے افضل تر ہے سجدہ　　مگر معراجِ سجدہ حمدِ باری
ہے قرطاس و قلم کا حرفِ اعظم　　سخن کے رُخ کا کعبہ حمدِ باری
مرا وجدان تو کہتا ہے منظر　　عبادت کا ہے چہرہ حمدِ باری

دیکھیے مظاہر و مناظر فطرت کی زبان سے کیفیاتِ حمد باری سن کر منظر عارفی اپنے روح کی آواز، فکر کا گداز اور خیال کا اہتزاز ان کے جواب میں شامل کر کے مقطع کی صورت میں اپنے وجدان کا حصہ بنا لیتے ہیں۔ یہ وہ سحر انگیزی ہے جو حمد ربِ قدیر کے خورشیدِ سحر میں ایک چشمۂ ضیاء بار سے میسر آتی ہے۔ اور منظر عارفی نے بے حد ذوق و شوق سے انوارِ حمد کے سحر آفریں مناظر سے اپنے کلام کو مزین کیا ہے۔ گویا حمد سے نور کی ندیاں پھوٹ رہی ہیں۔

منظر عارفی کی حمد سے کثیر الجہات ذات و صفات کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے ایک نئی کہکشاں سجانا پڑے گی۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ”کمالِ سخن“ کا مزید مطالعہ قارئین کے سپرد کرتا ہوں۔ آخر میں صرف منظر عارفی کی فنی جلوہ گری اور ہنر کی پُرکشش صناعی پر مختصر سی گفتگو کر کے اجازت چاہتا ہوں۔

تخلیقی ادب میں تکنیکی عمل کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ”تخلیقی فن پارہ، نامیاتی کل ہوتا ہے جسے عناصرِ ترکیبی میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں مواد اور ہیئت اور تجربہ اور تکنیک ایک ہوتے ہیں۔ تخلیقی فن کار اپنے مواد کو ایک خاص ہیئتِ ترکیبی کی صورت میں اپنی گرفت میں لاتا ہے..... فن کار تجربے کی ماہیت و معنویت کو تکنیک ہی کے ذریعے سے دریافت کرتا ہے اور بالآخر اسی کے ذریعے وہ تجربے اور مواد کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے“۔ (غلام رسول ملک۔ سرودِ سحر آفریں)

”کمالِ سخن“ کے خالق منظر عارفی نے جس تکنیک کو اپنے لیے سود مند تصور کیا ہے وہ زیادہ تر غزل کی صورت میں ہے۔ البتہ آخر میں چند منظومات اور ہائیکو ہیں۔ حمد کی صنف کا زیادہ اظہار عموماً یا خصوصاً صنفِ غزل میں ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ منظر عارفی تغزل پسند شاعر ہیں۔ ان کی غزلیات کا مجموعہ اہلِ علم و ادب سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جمالیاتِ فکر سے نوازا ہے۔ لہٰذا غزل کی ہیئت ان کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ اسی لیے انہوں نے حمد و ثنا کے لیے بھی صنفِ غزل کو ترجیح دی ہے۔ ایک اور بات ذہن میں مستحضر ہونی چاہیے کہ اہلِ مشرق کی مرغوب صنف غزل ہے۔ اردو شعر و سخن کی روایات اسی بات کی غماز ہے کہ تغزل پسند شاعر اور ان کی غزلیات کا طوطی بولتا رہا ہے۔ یوں اس بات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ غزل اردو بلکہ فارسی کی بھی مقبول ترین صنفِ سخن ہے۔ منظر عارفی کی یہ روح افزا اور دل رُبا صنف ہے۔

منظر عارفی نے غزل کے روایتی اسلوب سے ہٹ کر اسے ایسی وسعت دی ہے کہ غزل میں مضامین کا تنوع حسن و عشق کی داستان سرائی نہیں بلکہ کائنات کے عمیق حقائق اور قادرِ مطلق کی ذات و صفات کے اسرار و رموز فاش کیے ہیں۔ حمد کو خلوصِ دل سے بیان کرتے ہوئے تنگنائے غزل کو نئی وسعتوں سے آشنا کیا ہے۔ متنوع مضامین و مطالب تحمید ربِ جلیل کے کینوس پر ابھار کر غزل کو نیا رنگ لا یا ہے۔ زبان میں لطافت و شیرینی موجود ہے۔ حمد وعظ نہیں بنتی۔ کوئی اس پر پروپیگنڈہ شاعری کا لیبل بھی نہیں لگا سکتا۔ آئیے! حمد میں منظر عارفی کے تغزل کو نئی شان سے دیکھیں:

اسی نے نور کا سورج اُجالا سورج میں　　دیے کی لو میں اُجالا اُسی نے پیدا کیا
اسی نے شب کو اندھیرے میں کر دیا ملفوف　　پھر اِک چمکتا سویرا اُسی نے پیدا کیا
کے فن کے کرشمے ہیں سارے ویرانے　　تو بستیوں کا بھی دریا اُسی نے پیدا کیا

……☆……

ل ہے نہ خوشبو، وہ رنگ ہے نہ نمائش　　قدرت مگر اسی کی ہر شے سے ہے ہویدا
ک وہ دیکھتا ہے ہر شے کو جو جہاں ہے　　بے شک وہ جانتا ہے گو دل کا ہو ارادہ
پہ حق ہے منظر دیوانہ وار بولیں　　اللہ رب ہمارا، اللہ رب ہمارا

ے غالب دہلوی استادِ غزل کیا یاد آ گئے ان کا تغزل سے لبریز ایک شعر پیش کرتا ہوں اور ل کو مقابل پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

بے شک وہ دیکھتا ہے ہر شے کو جو جہاں ہے
بے شک وہ جانتا ہے گو دل کا ہو ارادہ

اہلِ فن کہتے ہیں صنفِ حمد میں تغزل کی روح کو بیدار رکھنا محال ہے تغزل ہے کیا؟ اس کی مثال یوں ہے کہ پھول دکھائی دیتا ہے، نرم و نازک پتیاں نظر آتی ہیں۔ رنگت نظر آتی ہے مگر ایک شے ہے اس میں جو لطیف ہے۔ پھول کے حسن و جمال کی روح ہے، وہ اس کی خوشبو ہے۔ جو نظر نہیں آتی مگر حسیت کو، قلبی احساس کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ یہی تو شعر کا تغزل ہے۔ آیئے پھر ”کمالِ سخن“ کا مطالعہ کرتے ہیں اور تغزل سے مشامِ جاں کو معطر کرتے ہیں۔

اُسی کا ذکر روح کی تسکیں   اُسی کا نام درد کا درماں
اُس نے سارے ہی دے دیئے ہم کو   سرخروئی کے جتنے تھے ساماں
وہ ہمارے لیے خدائے کریم   وہ ہماری بھلائی کا خواہاں

……☆……

خاک کے ذرۂ ناچیز بھی انسانوں کو   تیری سطوت، تیری حکمت کا پتا دیتے ہیں
بے ستوں صدیوں سے اپنی جگہ قائم افلاک   تری قدرت، تری طاقت کا پتا دیتے ہیں
تیری جانب سے ہی آئے ہوئے رنج و آلام   ہر گھڑی تیری ضرورت کا پتا دیتے ہیں

……☆……

جس قدر جانتے ہیں تیرے پیمبر تجھ کو   آسمانوں پہ بھی کب کروبیاں جانتے ہیں
صرف انساں ہی نہیں جتنے تری خلق میں ہیں   ایک اک پل تجھے اپنا نگراں جانتے ہیں

مذکورہ اشعار اور بہت سے ”کمالِ سخن“ کے دیگر اشعار منظر عارفی کے ہنر کا کمال اور ان میں تغزل کا جمال ہمارے سامنے صنفِ غزل کی تکنیک کا بلند معیار پیش کرتے ہیں۔ ان کا تخلیقی شعور صنفِ غزل میں حمد کے موضوع کی ضیا بار کیفیات رقم کر کے ہمیں یہ باور کرانے کے لیے کافی ہے کہ منظر عارفی ایک وہبی فن کے حامل اور حقیقی قوت کے قابل و کامل فن کار ہیں۔

منظر عارفی جدید اسلوب کے خصائص اور نادر انداز میں صنائع و بدائع کے استعمال کی قدرت رکھتے ہیں۔ متنوع مضامینِ حمد کے لیے رمز و کنایہ، استعارہ اور تشبیہ کے حسن و جمال کی صحیح خبر رکھتے ہیں۔ یہی ان کے حمدیہ کلام کی انفرادیت بھی ہے کہ وہ جذبہ، فکر اور احساس کے امتزاج سے حمد کو ضو فشاں کرتے ہیں۔ چند اشعار پیش کر کے تمت بالخیر کہنے کی اجازت چاہتا ہوں:

تیرے بغیر کچھ نہیں، سینے میں روح کا یقیں
آنکھوں میں زندگی کی تاب، سانسوں میں گرمیِ حیات
کس کی زباں پر نہیں تیرے ہی نام کی دھمال

تیرے ہی وصف کی دھنک، تیری ہی یاد کا فرات
تیری ہی حمدِ پاک میں، ہر شے کی ابتدا سے ہے
کاسہ بکف، خمیدہ سر، ساری لغت کی لفظیات

ایک فنی خوبی بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ منظر عارفی کے اشعار کی بحور مترنم ہیں۔ قافیہ اور ردیف کا ملاپ ایک جھنکار پیدا کرتا ہے۔ ایک روانی ہے، ایک جذباتی رو ہے جو قاری کو اپنے ساتھ بہائے لیے جاتی ہے۔ الفاظ و تراکیب کا انتخاب اور شعر کی بنت میں ان کا استعمال موتیوں کے جڑاؤ کی مانند ہے۔ معنی آفرینی کے ساتھ ساتھ حسنِ اسلوب منظر عارفی کے ہنر کی معراج کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ دیکھیے صرف مطلع ہائے حمد درج ہیں:

ذہن سوچے جا رہا ہے تیری عظمت جا بجا   آنکھ دیکھے جا رہی ہے تیری قدرت جا بجا

……☆……

گونجتی ہے تیری قدرت کو بہ کو آٹھوں پہر   ذکر تیرا ہو رہا ہے چار سو آٹھوں پہر

……☆……

اِس فضلِ بے پناہ پہ اِترا رہا ہوں میں   مالک ترا کرم ہے کہ بندہ ترا ہوں میں

……☆……

اپنے رب ہونے کی وہ یوں بھی خبر دیتا ہے   جس کا امکاں بھی نہیں ہوتا وہ کر دیتا ہے

……☆……

تیرے دینے سے فنِ حسنِ بیاں جانتے ہیں   پھر بھی توصیف تری کارِ گراں جانتے ہیں

……☆……

ہونٹوں پہ میرے تیری ثنا ہے، تیری نوازش تیری عطا ہے
میرا مقدر سنورا ہوا ہے، تیری نوازش تیری عطا ہے

……☆……

دوا میں فیض شفا کا اُسی نے پیدا کیا
تو مرہموں میں بھی چارہ اُسی نے پیدا کیا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ منظر عارفی کے فکر و خیال، ذہن کے جمال کو مزید درخشاں کرے اور وہ مزید حمدیہ اشعار سے گلشنِ شعر و سخن کو ذات و صفاتِ الٰہی کی کرنوں سے منور کریں۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

☆☆☆☆☆

ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی

سورۃ التوبہ

صدقات کی اس تقسیم کے باوجود منکر لوگ حضور انور ﷺ کی بدگوئی کرتے ہیں' ایسے لوگوں کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ اس کے بعد پھر منافقوں کی حالت بیان کی گئی ہے اور اُن کا انجام بھی بتایا ہے۔ اس کے برعکس حضور انور ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کے لیے جنت کا وعدہ ہے جس کے لیے اللہ کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی کامیابی ہے (آیت ۷۲)۔ پھر کفار اور منافقوں سے جہاد کرنے کا اور سختی کرنے کا حکم ہے کہ ان منافقوں نے اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کیا اور اللہ کی راہ میں (عہد کرنے کے باوجود) خرچ نہیں کیا اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اُن کا مذاق اُڑایا تو (اے میرے حبیب ﷺ) ''آپ اُن کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں (ان کے متعلق اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے) اگر آپ اُن کے لیے ستر بار بھی بخشش طلب فرمائیں جب بھی اُن کو نہ بخشے گا۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں فرماتا''۔ (آیت ۸۰)

غزوہ تبوک میں منافقین پیچھے رہ گئے اور نہیں گئے' بڑے خوش تھے کہ جہاد اور گرمی سے بچ گئے لیکن دوزخ سے نہ بچ سکے۔ حضور انور ﷺ کو فرمایا گیا ہے کہ اب وہ جہاد میں آنے کے لیے اجازت طلب کریں تو آپ منع فرمادیں اور آپ اُن کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں'' اور (اے رسول ﷺ) اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس کی نماز (جنازہ) نہ پڑھیے اور نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہوئیے (آپ کا کھڑا ہونا بھی باعثِ رحمت ہے) اور یہ تو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے منکر تھے اور منکر ہی مر گئے'' (آیت ۸۴)۔

(منافق عبداللہ ابن ابی مر گیا تو اُس کے بیٹے نے جو صحابی تھے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اپنی قمیص دے دیں کہ اس میں کفنایا جائے۔ آپ نے دے دی پھر نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آپ کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا کہ آپ کو منافقین پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا ہے (منع نہیں فرمایا) میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا۔ غرض آپ نے نماز پڑھی تو پھر یہ آیت ..... ولا تصلی .... نازل ہوئی۔ پھر آپ نے منافقین کی نماز نہیں پڑھی)۔

(جاری ہے...)

نعت رسول مقبول ﷺ

آدمی کو امتیازِ خیر و شر تم نے دیا
لا و الا[۱] کا شعورِ حق نگر تم نے دیا
آگہی کی راہیں جس نے کھول دیں انساں پہ
آدمی کو وہ شعورِ معتبر تم نے دیا
اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا کا بخشا شعور
ہم کو یہ عِلم الیقیں کا راہبر تم نے دیا
اپنی سیرت کے چراغ سرمدی کے نور سے
قلب کو بیدار کرنے کا ہُنر تم نے دیا
تھا اندھیری رات کی مانند، ہر نوعِ بشر
زندگی کو اس کی، احساسِ سحر تم نے دیا
امتیازِ حق و باطل آگیا انساں کو
اُس کے دل کے، گنبدِ بے در میں در تم نے دیا
روشنی پھیلائی ذہن و قلب میں توحید کی
شرک سے انساں کو احساسِ مَفَر تم نے دیا
آگہی دی اشرف المخلوق ہونے کی اُسے
آدمی کو، آدمیت کا ہُنر تم نے دیا
خود شناسی کے ہُنر ہے کردیا دل ضو فگن
محسنِ اعظم کو شعورِ معتبر تم نے دیا

محسن اعظم محسن ملیح آبادی

---

[۱] لا الٰہ الا اللہ

نعت رسول مقبول ﷺ

مری آنکھوں میں نورِ مصطفیٰ ﷺ ہے
مرا دل اس سے طیبہ دیکھتا ہے
صحابہؓ سے چلا اور آج تک ہے
ثنائے خواجہ ﷺ کا جو سلسلہ ہے
دیا تھا درس جو میرے نبی ﷺ نے
بیاضِ دل میں وہ لکھا ہوا ہے
تمنا ہے رہیں طیبہ میں جا کر
بڑی ہی جاں فزا آب و ہوا ہے
مرا آقا ﷺ ، زمانے بھر کا رہبر
شفیع المذنبیں ، خیرالوریٰ ﷺ ہے
گداؤ! مانگ لو خلق و محبت
حبیب کبریا ﷺ کا در کھلا ہے
چلو! اس گلشنِ طیبہ میں گوہرؔ
برستی روز و شب جس میں گھٹا ہے

گوہرؔ ملسیانی

نعت رسول مقبول ﷺ

مُرادِ زمین و زماں آپ ﷺ ہیں
تمنائے کون و مکاں آپ ﷺ ہیں
یہ مانا خدا تو نہیں ہیں مگر
خدا کی یقیناً زباں آپ ﷺ ہیں
فنا ہے ہمارا مقدّر حضور ﷺ
ابد تک مگر جاوداں آپ ﷺ ہیں
ہزار آپ ﷺ پردوں میں مستور ہوں
مرے دل میں لیکن عیاں آپ ﷺ ہیں
مجھے گرمیِ حشر کا غم نہیں
مرے سر پہ سایہ کناں آپ ﷺ ہیں
مرے جسم و جاں میں خدا کی قسم
لہو کی طرح ہی رواں آپ ﷺ ہیں
زمیں پر بھی ہیں اور افلاک پر
یہاں آپ ﷺ ہیں اور وہاں آپ ﷺ ہیں
کسی کو یہ مسرورؔ سمجھائے کیا
وہ کیسی جگہ ہے جہاں آپ ﷺ ہیں

مسرورؔ کیفی

نعت رسول مقبولﷺ

تم ہی میرِ کارواں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
چارہ سازِ بے کساں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
دونوں عالم میں کوئی ہمسر نہیں ثانی نہیں
تم مرادِ عاشقاں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
مدعا لب تک نہ آئے اور پوری ہو مراد
بے زبانوں کی زباں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
تم سے اُمیدِ شفاعت ہم گنہگاروں کو ہے
تم شفیعِ عاصیاں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
ہے لقب اُمی علومِ دوجہاں سینے میں ہیں
واقفِ سرِ نہاں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
ہے تمہارے دم سے آقاﷺ دونوں عالم کا وجود
تم ہی وجہِ کُن فکاں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
بعد ربّ ذوالمنن آقاﷺ تمہاری ذات ہے
تم مکینِ لامکاں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ
نقشِ پائے مصطفےٰﷺ اقبالؔ مِل جائیں جسے
کامیاب و کامراں ہو یا محمد مصطفیٰﷺ

اقبالؔ عالم

نعت رسول مقبولﷺ

پھُوٹی جو آفتابِ رسالت کی روشنی
چمکا گئی جہاں کو صداقت کی روشنی
برپا ہُوا ہے جہل کی دُنیا میں انقلاب
ذہنوں میں ہے سمائی ہدایت کی روشنی
اخلاق کے اُجالے جہاں میں بکھر گئے
نفرت کو کھا گئی ہے محبت کی روشنی
سائل کے رُوپ میں یہ فرشتے گواہ ہیں
پھیلی ہے ان کے گھر سے سخاوت کی روشنی
ہجرت کی شب سپُردِ علی کر گئے رسولﷺ
کتنی عظیم تر تھی امانت کی روشنی
سالارِ دوجہاںﷺ کے جلو میں مدینے سے
تا کربلا گئی ہے شہادت کی روشنی
محشر میں ہے حسنؔ یہ ذریعہ نجات کا
میرے لبوں پہ ہے جو یہ مدحت کی روشنی

نسیم الحسنؔ زیدی

محمد مسعود اختر..... نعت کا درخشاں ستارہ

گوہر ملسیانی

عصرِ حاضر میں کائناتِ شعر، محسنِ انسانیت ﷺ کی مدحت سے سرسبز و شاداب ہے۔ گلشنِ صنفِ نعت کا ہر پھول نایاب اور خوش آب ہے۔ رحمت للعالمین ﷺ کے جمالِ سیرت و کردار اور اخلاقِ حسنہ کا ہر پہلو مثلِ ماہتاب و آفتاب ہے۔ تخلیق و تحقیق سے دنیائے نعت کا ہر گوشہ خیالاتِ عالیہ سے سیراب ہے، پھر عقیدت و محبت کے گلہائے رنگا رنگ کھلانے والے نعت گوؤں کا شمار بھی باعثِ تسکین و ایجاب ہے۔

نعت در حقیقت ہر مومن کی زندگی کا اثاثہ ہے اور جزوِ ایمان ہے، کیونکہ خود خالقِ کائنات نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے:

ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلّوا
علیہ وسلموا تسلیما۔ (سورۃ الاحزاب۔ آیت: ۵۶)

”بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اُن ﷺ پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔“

یوں سرورِ عالم ﷺ پر درود و سلام بھیجنا حکم یعنی فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ خود خالقِ کائنات اور اس کے معصوم فرشتے اس ہستی پر درود و سلام بھیجتے ہیں جو بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کی مصداق ہے، جو اس کائنات کا ہادی، رہنما، معلّم، قاضی، سپہ سالار، محسن، غمگسار، ملجا و ماویٰ، اخلاقِ عظیم کا مالک اور رحمتِ عالم ہے۔

اس سنتِ خداوندی اور حکمِ الٰہی کی بجا آوری میں ہر وہ شاعر اپنی جملہ قلبی، ذہنی، علمی اور وجدانی صلاحیتیں صرف کرتا ہے جو پیغمبرِ اسلام، محبوبِ ربِّ کائنات اور ختم المرسلین ﷺ پر ایمان، محبت، عقیدت اور والہانہ شخصی وابستگی رکھتا ہے۔ انہی مدحت کے گہرائے گرانمایہ لٹانے والوں میں ”صلّو علی الحبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم“ کا خالق محمد مسعود اختر اپنے جذبات کی صداقت، اسلوب کی ندرت، فکری عظمت، فن کی قدرت اور ابلاغ و اظہار کی حیثیت سے مالا مال شاعرِ پیکرِ جمیل اور نادرِ اغیار اخلاقِ محبوبِ ربِّ جلیل ہے۔

میری ان سے قبل ازیں کوئی شناسائی نہ تھی، مگر جب ان کا مذکورہ نعتیہ مجموعہ بصارت و بصیرت نواز ہوا تو یوں محسوس ہوا کہ نوائے مدحت کا یہ بھیگتی رات میں جاں گداز صدائیں الاپنے والا شاعر میرے قلب و نظر میں بستا ہے۔ یہ میرے ہی نعت کے زر و جواہر لٹانے والے قافلہ کا فرد ہے۔ سرورِ کائنات، سیدِ لولاک ﷺ کی ذاتِ مستودہ صفات کا عاشقِ صادق اور حقائقِ حکمتِ صاحبِ قرآن ﷺ کا شائق ہے۔ نورِ نبوت سے مستنیر اور جمالِ رسالت کی تنویر کا شیدائی ہے۔ تعلیم و تعلّم سے تعلق اس کی علمی وجاہت کا آئینہ دار ہے اور اس کی تربیت میں گھر کے ماحول کی تابانی اور ذاتی مطالعہ کی فراوانی کی صداقتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

پروفیسر محمد مسعود اختر کے نعتیہ مجموعہ ”صلّو علی الحبیب ﷺ“ کے مطالعہ سے مجھے غالب یاد آ گئے کہ ان کی عمر بھر کی اُردو غزل کی کمائی ایک مختصر ”دیوانِ غالب“ ہے جس کی ادبی حیثیت کا آج تک کوئی ثانی نظر نہیں آیا، مگر جب پروفیسر اختر کا مختصر سا نعتیہ دیوان دیکھا تو اُسے بھی ادبی جمال، تخلیقی کمال اور عقیدت و محبتِ سرورِ کونین ﷺ میں بے مثال پایا۔ مسعود اختر آج کا شاعر ہے، عصری آگہی سے لبریز، فن کے جدید تقاضوں سے باخبر، لیکن اس دور کی چکاچوند نے ان کی آنکھیں چندھیا نہیں دی ہیں۔ وہ ماضی کی روایت اور زبان کے مزاج سے آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ماضی میں عقیدت کے پھول صرف حسنِ شمائل اور جمالِ سراپا نگاری سے مملو تھے۔ اب فن اور ؟؟؟ نے نئی کروٹ لی ہے، مگر اس کا رشتہ ماضی سے استوار ہے۔

اختر نے جدید اسلوب اپنایا ہے۔ زبان پر قدرت، استعارہ، تشبیہ اور رمز و کنایہ میں جدت ضرور ہے، مگر ابلاغ سے مبرا نہیں۔ ان اشعار کو ملاحظہ کیجئے، عقیدت کا نور بھی ہے، نعت کا سرور بھی ہے اور حکمت کو وطور بھی ہے ۔

نالۂ قلبِ مضطرب آج تو کام کر گیا
نامِ نبی ﷺ ترے نثار، کاسۂ حرف بھر گیا

☆

مظہرِ قدرتِ باری صورت
روحِ کونین وہ پیاری صورت
جس مصوّر نے بنایا تم کو
دیکھتا ہے وہ تمہاری صورت

☆

معراجِ تمنا ہے کہ اس شہرِ نما میں
کسی روشن گلی کے موڑ پر میرا بھی گھر ہوگا

اختر کلاسیکی قدروں کے دلدادہ ہیں۔ وہ زبان کی شکست و ریخت کو پسند نہیں کرتے۔ جب اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتے ہیں تو وہ اس عمل کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ بات قابلِ ابلاغ بھی ہو، لہٰذا وہ فن کا احترام بھی کرتے ہیں۔ ان کے اسلوب میں شائستگی اور ترسیلِ معنی کی آرزو بھی تڑپتی ہے، بلکہ شعری جمالیات کی کرنیں بھی پھوٹتی ہیں۔ نعت تو حسنِ فن، رفعتِ زبان، صحتِ عروض اور شوکتِ بیان کا تقاضا کرتی ہے۔ اس لحاظ سے نعت صرف عقیدہ ہی نہیں رہتی، بلکہ موضوع کے لحاظ سے یہ معیاری اور فنی طور پر شعریت سے بھی زرخیز ہو جاتی ہے۔ اختر کے ہاں زبان و بیان کے ساتھ شعریت کا حسن اور مٹھاس بھی ہے، ان اشعار کی چاشنی اور روز مرّہ کی رعنائی دیکھیے۔

خلقِ ارض و سما کی غایت ہے
وہ جو شہکارِ دستِ قدرت ہے
سیرتِ پاک ، خیر کا معیار
صورتوں میں وہ ایک صورت ہے
اے سخی! پھر عطا کی بارش ہو
دل میں پھر خواہشوں کی کثرت ہے

حکمت و دانائی کی تعلیم کا فرض پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے تلاوتِ قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ ادا کیا۔ یہ فکری ضیائیں انسانوں کو منور کرتی گئیں۔ وجدانی علم و فکر کی یہ ادائیں شاعر کو ودیعت ہوتی ہیں۔ اسی کا فن اسی وجدانی علم سے ضیا پاتا ہے۔ مسعود اختر کے ہاں نعت میں کہیں کہیں فکر کی یہ لہریں اُبھرتی ہیں تو سوچوں کے زمزمے گونجنے لگتے ہیں۔ خیال کی نفاست شعر کی تہ میں پنہاں اسرار و رموز کو عیاں کر دیتی ہیں تو ایک لطیف تمنا جنم لیتی ہے۔ اختر کے ہاں یہ اسلوب بیان بھی مثالی ہے۔

سخنوروں میں عطا کر یہ امتیاز مجھے
دے کریم! ''نئی نعت'' سے نواز مجھے
تری طلب میں کھلا مجھ پہ اندروں میرا
ترے کرم نے کیا، آشنائے راز مجھے

☆

اے روحِ سفر! اہلِ سفینہ یہ نظر ہو
ساحل جو نظر آتا ہے ساحل نہیں ہوتا

جیتا ہے غمِ فرقت کی حفاظت میں ہے اختر
دل تنگیٔ حالات سے گھائل نہیں ہوتا

نعت کا کینوس بے حد وسیع ہو چکا ہے۔ اب روایت کا جمالِ صوری صرف نعت کا لوازمہ نہیں رہا ہے، بلکہ جدید نعت گو خیالات کو اشعار کی زینت بناتے ہوئے ایسے ایسے لو لئے لالا چمن کو لاتے ہیں کہ سخن کے گلشن میں نئے نئے غنچے چٹکنے لگتے ہیں۔ معنی آفرینی کی کئی جہتیں اور جہانِ معانی کی کئی پرتیں اس طرح بکھر جاتی ہیں کہ نعت میں روحانی ترفع، بلکہ پیغامِ سرمدی کی بے انت عظمتیں اور اک سامع و قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ مسعود اختر کی نعت بھی ان مسرت افزا کیفیات سے لبریز ہیں، پھر یہ بیان کا جدید رنگ مسحور کرتا جاتا ہے۔

ذکر کی پیہم بلندی وعدۂ ربِّ وفا
نعت کی فرمانروائی شہرِ مستقبل میں ہے
بزمِ عالم میں چراغاں اس کا فیضِ عام ہے
روشنی ساری کی ساری اس مہِ کامل میں ہے
تنگیٔ حالات کا شکوہ نہیں کرنا مجھے
جانِ رحمت جانتے ہیں اُمّتی مشکل میں ہے

☆

چاند ٹوٹا ، کبھی سورج پلٹا
بات جو تُو نے کہی ہو کے رہی
تاجِ نسبت ہے غلاموں کو نصیب
اس غلامی پہ ہے قربان شہی

اشعار کی نسبت پر غور کیجیے۔ کس طرح الفاظ کے انتخاب کا قرینہ پُرکشش ہے۔ ہر شعر میں الفاظ نہیں، نگینے چمکتے ہیں اور انداز و بیان کو مرصع کرتے جاتے ہیں۔

نعت کہنا ایک عبادت ہے۔ اس کی فرضیت قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ سیدِ عالم ﷺ سے محبت کا اظہار اس وقت وجد آفریں بن جاتا ہے جب اس میں صداقت کا نور ضیا بار ہو۔ شاعرِ نعت، نعت کہنے کی تعلّی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، مگر اختر کے ہاں روایتی فکر نہیں ہے، بلکہ حقیقت کا سحابِ کرم برستا ملتا ہے۔ وہ خود شعری تخلیق کی جانب آنے کا عندیہ محبت کی شدت اور بچپن کی چاہت کے حوالے سے دیتے ہیں۔

بولنا سیکھا تو یہ بات کہی
نعت بچپن سے مرے ساتھ رہی

قبلِ مدحت ، قلب اور قرطاس پر
مصطفیٰ ﷺ! یا مصطفیٰ ﷺ! لکھا گیا
نعت لکھوائی ہے خود سرکار ﷺ نے
ہر سخن ان کی عطا لکھا گیا
اہلِ مدحت میں ہمارا نام بھی
صدقۂ صلِّ علیٰ لکھا گیا

☆

نعت اُن ﷺ کے کرم سے ہوتی ہے
مجھ گدا میں کوئی کمال نہیں

☆

خاندانی غلام ہوں اُن ﷺ کا
نعت کہنا مری وراثت ہے

''صلّوا علی الحبیب ﷺ'' نعت کا ایسا مرقع ہے جس میں ہر شعر جدید نسبت، نئی تراکیب اور نیا آہنگ لیے ہوئے ہے۔ زبان و بیان پر قدرت، خیالات و جذبات فکر انگیز میں اللہ تعالیٰ نے محمد مسعود اختر کو مدحت کہنے کی سعادت اس طرح بخشی ہے کہ عصرِ حاضر میں ایک مقام بلند عطا کیا ہے۔ وہ شب کے ڈھلتے لمحوں میں ایک درخشاں ستارے کی طرح اپنی ضیاؤں میں نعت کے جاں گداز لمحے سمو کر صفحۂ قرطاس پر عقیدت کے زر و جواہر نچھاور کرتے جاتے ہیں۔ ان کے اشعار میں ان کی قلبی کیفیات کا سرور ہے۔ یہ صداقت سے لبریز عشقِ رسولِ اکرم ﷺ کی آنچ میں کشتہ جذبے ہیں جو کسی کسی کو نصیب ہوتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں پروفیسر محمد مسعود اختر جن کو اپنے پہلے مجموعۂ نعت میں ڈاکٹر عاصی کرنالی، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی اور پیر سیّد نصیر الدین نصیر (مرحوم) گولڑوی شریف جیسے اہلِ علم، صاحبانِ تحقیق و تنقید اور معلمین مدحت و سیرت کی نگارشات اعتراف و تحسین کی دولت ملی۔

اللہ تعالیٰ انہیں مدحت کی نئی بہاریں، شافعِ یومِ قرار ﷺ کے جمالِ سیرت کی ضیائیں اور مبرالخلائق ﷺ کے خلقِ عظیم کی ردائیں صفحۂ قرطاس پر ضو فشاں کرنے کی استطاعت فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆☆☆

قسط: ۵

''اور تمنّا بر آئی''

﴿سفر نامۂ حجاز﴾

پروفیسر خیال آفاقی

اہلِ ذوق، جو آدابِ سحر گاہی سے آگاہی رکھتے ہیں، وہی اس کیفیت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ تہجد کے وقت، انسان وہ نہیں رہتا جو دن کے پُر ہنگم اوقات میں نظر آتا ہے۔ ان شب زندہ داروں کو اکثر خود فراموشی کے عالم میں دیکھا گیا ہے۔ اس وقت یوں لگتا ہے جیسے روح کلبۂ بدن سے نکل کر، خود ان کی امام بن گئی ہے، اور اب جو بھی عمل ہو رہا ہے، اس میں جسم کا کوئی عمل دخل نہیں رہا، اگر ہے بھی تو اتنا کہ وہ اقتدا کر رہا ہے۔

اس طرح کی کیفیت سے شب گذار، خطۂ ارضی پر کسی بھی اس جگہ دوچار ہو سکتے ہیں جہاں وہ عرصۂ نیم شب میں قیام و سجود کر کے، اپنی پیشانیوں کو چمکانے اور روح و دل کو جگمگانے کا اہتمام کرتے رہتے ہیں، لیکن یہی بزم آرائی جب ارضِ مقدسہ پر کی جاتی ہے جہاں عام حالت میں بھی آدمی پر فرشتہ کا گمان ہوتا ہے، لگتا ہے جیسے نوری مخلوق لباسِ مجاز میں نظر آنے لگی ہے، اس جگہ انسان جب شب بیداری سے لذت آزما ہوتا ہے تو اس کیفیت کا اظہار لفظوں کے بس کی بات نہیں، بس یہی وہ کیفیت تھی جس سے اس وقت میں دوچار تھا، تہجد کی اذان پر لبیک کہتا ہوا، ابا جی کو لئے حرم کی طرف رواں تھا۔

رات کو، جب عشاء کی نماز ادا کر کے حرم سے واپس ہوئے تھے اور اب اس وقت رات کے آخری پہر میں مجھے کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا، وہی روشنیوں میں نہائی ہوئی گرد و پیش کی فضا، ایک پُر وقار اور سنجیدہ ماحول میں لوگوں کا جوق در جوق چہار جانب سے، مسجد حرم کی طرف کشاں کشاں آنا، ایک عجیب ملکوتی منظر پیش کر رہا تھا، لگتا تھا جیسے یہاں کائنات آنکھ ہی نہیں جھپکتی، دن رات کا احساس ہی نہیں ہوتا، زہد و عبادت کا نور لئے پاکیزہ چہرے، نہ جماہی نہ انگڑائی، نہ آنکھوں میں نیند کا خمار، اور نہ ہی کوئی سست قدم، بالکل چاق و چوبند، تازہ دم، جیسے کسی کو نیند سے

کوئی تعلق ہے اور نہ ہی آرام سے کوئی مطلب ہے، اگر کوئی راحت اور آرام ہے، کوئی ذوق وشوق ہے، کوئی آرزو اور مقصد اور کوئی کام اور مصروفیت ہے تو بس یہ کہ حرم کی طرف سے آنے والی صدا پر لبیک کہتے ہوئے والہانہ، وارفتہ، پُرشوق وپُرجوش انداز میں حاضری کے لئے چل پڑنا، بالکل اس طرح جیسے پیاسا پانی کی طرف اور بھوکا کھانے کی طرف لپکتا ہے۔

حرم میں پہنچ کر جیسے ہی کعبہ مشرفہ پر نظر پڑی، نور کی دھارا آنکھوں کے رستے، دل میں اترتی چلی گئی۔ دوڑ کر، غلاف کعبہ سے ہم آغوش ہونے کو جی کرتا ہے، لیکن جلالتِ کبریائی اور خشیتِ الٰہی زائر کو مانع رکھتی ہے، اس کی وارفتگی کو نیاز مندی میں بدل دیتی ہے، انسان سراپا نیاز ہو کر سرافگندہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ خود کو بمشکل سنبھالا اور مطاف میں داخل ہو کر، ابا جی کی وہیل چیئر کو، حجر اسود کے بالمقابل ٹھہرا دی، اور اسی سے لگ کر میں خود کو بھی سرنگوں ہو گیا۔

مطاف کی طرف آتے وقت میں نے دیکھا تھا کہ اباجی نے، میرے بتائے بغیر ہی، خانہ کعبہ کو استلام کیا اور زیر لب دعا پڑھنی شروع کر دی تھی۔ آپ کی نظر کا معاملہ بھی عجیب تھا، بعض اوقات، بہت قریب کی چیز اوجھل لگتی، اور ملنے والوں کو اپنا تعارف کرانا پڑتا، اور کبھی دُور ہی سے پہچان لیتے کہ فلاں شخص کون ہے۔ خصوصاً دسترخوان پر، ایک ایک مہمان کا خیال رکھتے اور فرماتے ''بھئی! کیا بات ہے، پلیٹ کیوں خالی ہے؟، کھانا نکالو'' بلکہ خود اپنے ہاتھ سے کھانا نکال کر اس کی پلیٹ میں ڈالتے۔ آپ کے معاملات ہی عجیب تھے، آپ کی کس کس بات کو کس انداز سے دیکھا اور تذکرہ کیا جائے۔

دیکھتے ہی دیکھتے، مطاف سے لے کر، خانہ کعبہ کے اطراف میں برآمدے نمازیوں سے بھر گئے، ایسا لگا گویا بہت سی کونجوں کی ڈاریں، اڑتی ہوئی آئی تھیں جو اس نور کے تالاب میں غوطہ زن ہو گئی ہیں۔ اباجی نفلوں کے لئے نیت باندھ چکے تو میں بھی خدا کے حضور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ کس کیفیت سے انسان، اس وقت لذت آشنا ہوتا ہے، اس کا بیان ممکن نہیں، رکوع وسجود سے جی نہیں بھرتا، اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا، اس تمام عمل کے دوران انسان کے اعضا اور قوئی دماغ کے بجائے کسی اور ہی کے اختیار میں ہوتے ہیں، کوئی اور ہی قوت انسان کو وہاں مشاغل نورانی پر اُبھارتی اور کوئی اور ہی طاقت ان اعمال کی ادائیگی میں اپنا کردار اَدا کرتی ہے اور وہ قوت اور طاقت کیا ہے؟ اگر اس کا سراغ نہ مل سکے تو یہ طے ہے کہ وہ وہی ہے جو ان رت جگوں میں انسان کے پیکر خاکی سے نکل کر اپنے مالکِ حقیقی سے محوِ کلام ہو جاتی ہے۔ سوچتا ہوں، کیا یہی منظر، اور یہی کیفیت وہاں نہیں رہی ہو گی جب ''الست بربکم'' کے جواب میں سب نے ''قالوا بلیٰ'' کا نغمہ گایا ہو گا، تو کیا

کسی کو کسی کی خبر رہی ہو گی؟ بالکل اسی طرح، جیسا کہ اس وقت، سب اپنی اپنی دھن میں مگن ہیں، اپنے گردوپیش، بلکہ شانہ بہ شانہ کھڑے ہوئے لوگوں سے بھی بے خبر اور بے نیاز ہیں۔ اسی مستی و بے خودی کے عالم میں تھے کہ اذانِ فجر نے روحوں کو جھنجھنا دیا۔

کعبہ سے نظر ہٹا کر، قبلہ گاہی کی طرف دیکھا، آنکھیں بند کئے موذن کی آواز میں کھوئے ہوئے تھے، یکایک دانائے راز اقبالؒ کا نغمہ ہونٹوں پر مچل اُٹھا۔

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہاں سے پیدا
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

اختتام پر، سنت کی رکعات اَدا کی گئیں اور پھر فوراً ہی جماعت کے لئے تکبیر کہی جانے لگی۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ، نمازِ فجر میں، امام صاحب کی قرأت! کیا بتاؤں، کیا بتا سکتا ہوں؟...... وہی بات کہ کیفیات لفظوں سے نہیں، دل سے ہی کسی قدر بیان ہو سکتی ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ دل کہے اور سنے۔ نہایت وجد آفریں قرأت کے دوران دو رکعات اَدا کی گئیں۔ یوں لگا جیسے ایک نغمۂ وجدانی پلک جھپکتے ہی ختم ہو گیا، سلام پھیرتے ہی تشنہ لب روح دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ وقت جو کبھی کاٹے نہیں کٹتا، کبھی کبھی کیسا مختصر ہو جاتا ہے، جیسے قطرۂ شبنم، کہ سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی بھاپ بن کر اُٹھ جاتا ہے، زندگی جو کبھی پہاڑ لگتی ہے اور اب جیسے دو رکعات کے لئے بھی ناکافی ہے۔

یہاں اکثر، نماز کے فوری بعد، نماز جنازہ ضرور اَدا کی جاتی ہے، امام صاحب پہلے ہی اعلان کر دیتے ہیں، ایک ایک وقت میں کئی کئی جنازے لائے جاتے ہیں، ہمارے قیام کے دوران شاید ہی کوئی دن ایسا گیا ہو کہ اس عجیب نماز کی ادائیگی نہ کی گئی ہو جس کے لئے نہ اذان ہوتی ہے، نہ تکبیر کہی جاتی ہے اور نہ ہی خادمین حرم کے مسلک میں دعا مانگنے کا رواج ہے۔ تاہم انفرادی طور پر میں ضرور ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے ہاتھ اُٹھاتا رہا، بلکہ دعا کے ساتھ ساتھ دل قصیدہ گوئی بھی کرنے لگتا تھا۔ اللہ اللہ کیا خوش نصیب ہیں یہ مرنے والے! رشک تا ہے ان کی موت پر، اور قابلِ تعریف ہے ان کی زندگی بھی جو اس بستی میں جیتے اور اسی بستی میں مرتے ہیں، ایک ہم ہیں کہ عمر بھر اس دیارِ پاک کی آرزو میں جیتے جی مرتے رہتے ہیں، لیکن نہیں، یک، قبلہ والد صاحب کے الفاظ یاد آئے:

"زندہ ہو جاتے ہیں جو یار پہ مرجاتے ہیں"

اس آرزو میں زندہ رہنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر اور اپنے حبیب پاک ﷺ کے روضہ کی حاضری نصیب فرمائے، اس جینے سے کیا کم ہے جو لوگوں کو نصیب ہے جو یہاں رہ بس رہے ہیں؟"۔

نماز کے اختتام پر، میں نے ابا جی سے طواف کا عندیہ معلوم کیا، آپ نے اپنے مخصوص متبسم انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے اس نشان پر پہنچنے میں دیر نہیں کی، جہاں سے طواف کی ابتدا کی جاتی ہے۔ طواف میں زائرین کی تعداد اس قدر نہیں تھی، جیسا کہ سننے میں آتا ہے یا ٹی وی وغیرہ پر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ وہی جو میں نے پہلے بتائی، یعنی عراق کی جنگ کے سبب زائرین کم تھے اور کچھ نومبر کا مہینہ بھی ایسا تھا جو وہاں معلوم ہوا تھا کہ ان دنوں، عمرہ کے لئے آنے والوں کی تعداد نسبتاً کم ہی رہتی ہے۔ تاہم ہمارے لئے یہ تعداد اتنی بھی کم نہیں تھی کہ ہم بآسانی حجر اسود کو بوسہ دے سکیں۔ لوگ اب بھی ایک دوسرے سے ملے ہوئے، اور کعبہ مشرفہ کی دیواروں سے چپکے چپکے طواف کر رہے تھے اور ہر ایک یہی کوشش اور خواہش رکھتا تھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دے سکے۔ میرے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ میں ویل چیئر کو کعبہ شریف سے بہت قریب ہجوم میں لے جاؤں، پھر بھی اپنی سی کوشش کر کے، چیئر کو آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے، دوسری رو تک لے گیا، لیکن جیسے ہی پہلا شوط قریب ہونے کو آیا، دل بے طرح دھڑکنے لگا، سوچنے لگا، دیکھئے کیا ہوتا ہے، اور وہی ہوا جو اب تک خصوصی فضل و کرم ہوتا آیا تھا، اللہ نے اپنے گھر کے دربان سے کہا، میرے اس بندے کے لئے آسانی پیدا کرو، فوراً شرطہ نے اپنے مضبوط آہنی کلائی سے لوگوں کو روک دیا، اور وہی مخصوص لہجے میں "تعال یا شیخ" کہہ کر اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اور چیئر کو اپنی طرف آنے دی اور یوں ساتوں شوط میں ہم اسی طرح اس کے خصوصی فضل و کرم سے ہمکنار ہوتے رہے، پھر طواف سے فارغ ہو کر، مقام ابراہیم پر نفل ادا کئے، ملتزم پر دُعا مانگی اور جب میں ابا جی کو زم زم پیش کر رہا تھا کہ ضبط کے باوجود بیساختہ آنکھوں سے چشمے جاری ہو گئے، میں نے بہتیرا کہا "زم زم" مگر ٹھہرنے کا نام ہی نہ لیا، آنسو اُبلتے گئے، رونا اس بات پر آیا تھا کہ ابا جی تو واقعی اللہ کے بندے ہیں، مگر میں؟...... میں کون ہوں؟......اس کا بندہ؟......لیکن کیسا گندہ، کیسا ناکارہ، انتہائی گناہ گار، غلیظ ترین گناہوں میں لتھڑا ہوا، لیکن اس قدر آلودگی اور سیاہ کاری کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ مجھے شرف مصافحہ بخش رہے ہیں، طواف کے دوران، نہایت تواتر کے ساتھ حجر اسود کو بوسہ دینے کا موقعہ مل رہا ہے۔ یہ کیا ہے؟... کیا کوئی معمولی بات اور عام واقعہ ہے یہ؟...... برسوں

سے سنتا آیا ہوں، اکثر دوست احباب اپنی اس محرومی کا تذکرہ کرتے رہے ہیں کہ حج کے دوران، انہیں ایک بار بھی حجر اسود کو بوسہ دینا نصیب نہ ہو سکا، عمرہ کرتے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دینے سے محروم رہے، اور ایک میں کہ بوسہ گاہِ رسول ﷺ سے اس طرح فیض یاب ہو رہا ہوں، بار بار یہ نعمت میرے حصے میں آ رہی ہے، اس عطا پر کس قدر شکر بجا لاؤں، کیا عمل کروں کہ اس کا شکر ادا ہو سکے؟...... نہیں، بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکا، کیسۂ دل میں جو کچھ تھا وہ الٹ دیا، آنکھیں دل کا سودا مناتی رہیں۔

"کیا بات ہے بابو جی؟"۔ ابا جی نے محسوس کر لیا تھا کہ میں آبِ زم زم پینے کے بجائے آنکھوں کے سوتے کھول بیٹھا ہوں۔ آپ کا پوچھنا تھا کہ اور زیادہ پھوٹ کر رو دیا۔ کچھ نہ کہہ سکا، کہتا بھی کیا، سب کچھ ان کے سامنے تھا، اور جو کچھ میں ہوں، وہ سب اس کے سامنے تھا جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، کیا وہ نہیں دیکھ رہا کہ یہ گناہوں کی پوٹ ہے، کہتا ہوگا، کیسا چالاک ہے کہ میرے بندے کی آڑ میں اپنا کام نکال رہا ہے، لیکن میں بھی اسے اسی لئے محروم نہیں کر رہا کہ میرے دوست کا خادم ہے، بس یہ خیال کرتے ہی بے ساختہ اپنا بھیگا ہوا چہرہ اپنے محسن کے نورانی چہرے پر جھکا دیا، جن کی وجہ سے ہی میں اس کرم کے قابل سمجھا گیا تھا۔ کانپتے ہونٹ اس پیشانی پر رکھ دیئے جو بچپن سے اپنے رب کے حضور جھکتی آ رہی تھی، جواب میں رعشہ دار ہاتھ اُٹھے اور شفقت اور محبت کی دولت سے میرے سر کو مالا مال کرتے چلے گئے۔

واپس قیام گاہ پہنچ کر چائے پینے کے دوران فرمانے لگے۔

"مدینہ کب چلو گے بابو؟"

"انشاء اللہ جمعہ کے بعد، ہفتہ یا اتوار کو روانہ ہوں گے"۔ میں نے پروگرام سے آگاہ کیا لیکن آپ کچھ بولے بغیر اور آنکھیں بند کئے، ہلکے ہلکے سر ہلاتے رہے۔ میں آپ کی اس وقت کی کیفیت کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ مدینہ کے لئے بے قراری اور روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کا شوق ان کے اندر سر گرم تھا۔ ایک موقع پر، لاہور میں قیام کے دوران آپ نہ معلوم کس مستی کے عالم میں فرماتے چلے گئے تھے۔

مدینہ مجھ میں ، میں مدینے میں
مدینہ میرے دل میں، مکّہ میرے سینے میں

تو آپ کے چاہنے والوں میں یہ نعرہ مستانہ عام ہو گیا تھا۔ جب بھی کسی کو حرمین کی یاد ستاتی یہی الفاظ دہرانے لگتا۔

مدینہ مجھ میں ، میں مدینے میں
مدینہ میرے دل میں، مکّہ میرے سینے میں

عشقِ رسول ﷺ آپ کی روح میں سمایا ہوا تھا، جب کسی سے نعتِ رسول ﷺ سنتے یا کبھی کبھی خود بھی نعت کے اشعار گنگناتے تو حالت غیر ہو جاتی، میں یہ بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپؒ نہایت ہی خوش الحان تھے، اور جب کسی نعت کا شعر گنگناتے تو عام طور پر اس کے اگلے اشعار قصداً یا واقعتاً بھول جاتے اور خود فی البدیہہ شعر گنگناتے چلے جاتے۔ آپ کے ایک دوست اور قبلہ پیر جماعت علی جیسے صاحب کے مرید حاجی نور محمد میمن مرحوم نے ایک بار ایک ملاقات میں بتایا کہ صوفی صاحب (والد صاحب) ایک بار علی پور شریف میں اعلیٰ پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے اور جب محفلِ نعت منعقد ہو رہی تھی کہ یکایک، اعلیٰ حضرت نے فرمایا، ''صوفی صاحب! کچھ آپ بھی سنائیے''۔ تب آپ نے بہت ہی والہانہ انداز میں خود اپنی ہی کہی ہوئی نعت پیش کی۔

کرم جو مجھ پہ ترا مہرباں ہوجائے
تو مجھ کو زیارت شاہِ جہاں ہوجائے
میں جاکے بیچوں مدینہ میں اپنے سودے کو
درِ رسول ﷺ یہ میری دکان ہوجائے
پڑوس جاکے رہوں میں بھی اپنے آقا ﷺ کے
مدینہ طیبہ میرا مکان ہوجائے

نور صاحب مرحوم نے فرمایا۔ اعلیٰ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحبؒ بہت خوش ہوئے اور اپنے دستِ مبارک سے آپ کو کچھ نذرانہ بھی پیش کیا، لیکن بعد میں آپ نے وہ رقم وہیں لنگر میں ڈال دی۔ نور صاحب نے یہ بھی کہا کہ صوفی صاحب اپنے ساتھ، کراچی سے کھجور لے گئے تھے، اور جب اعلیٰ حضرت کو پیش کیں تو بہت خوش ہوئے اور ایک عدد اٹھا کر بڑے ذوق و شوق کے ساتھ منہ میں رکھی اور سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے۔

چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر لیٹے تو میں نے گھٹنوں پر درد کا تیل ملنے کو کہا جو میں اپنے ساتھ کراچی سے لایا تھا، آپ نے منع فرمادیا، کیا ضرورت ہے۔ واقعی میں محسوس کر رہا تھا، آپ نے کسی بھی بات کی شکایت نہیں کی تھی، پاؤں پر سے تو پہلے ہی روز ورم اتر گیا تھا، تیل کے حوالے سے مجھے یاد آیا تھا کہ وہ پانچ بوتلیں جو ڈاکٹر یونس صاحب نے مجھے یہاں متعارف کرانے کی غرض سے دی ہیں، ان کا بھی کچھ کرنا ہے۔ ڈاکٹر یونس یوں تو ہومیوپیتھی کے ڈاکٹر ہیں، لیکن جڑی بوٹیوں سے بھی کچھ شغف رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنی چیزوں سے گھٹیا اور جوڑوں کے درد کے لئے تیل تیار کیا تھا جو بہت ہی مجرب اور کامیاب ثابت ہوئی، ان کی خواہش تھی کہ اس کو عام کیا جائے، یہاں کے لئے مجھے پانچ بوتلیں دی تھیں کہ کسی متعلقہ شخص کو میں دے دوں، گو یہ بات میرے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی، میں اس طرح کی چیزوں میں نہیں پڑتا، بلکہ اہل ہی نہیں ہوں ان باتوں کا، لیکن ڈاکٹر صاحب بہت سادہ اور پُرخلوص انسان ہیں، ابا جی سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں، میرے ساتھ بھی ان کی محبت اور مواخت ہے، اس لئے انکار نہ ہوسکا۔ میں نے اپنے عربی کے پروفیسر ساتھی سے بوتل پر لگے لیبل کا عربی میں ترجمہ کرالیا تھا اور اسے پرنٹ کراکے ان پر چپکا دیا تھا، تاکہ یہاں جب کسی کو دوں تو زبانی سمجھانا نہ پڑے۔ چنانچہ جب والد صاحب کی آنکھ لگ گئی تو میں نے ایک بوتل کو سامان سے نکالا اور شاپر میں رکھ کر باہر نکل گیا۔ مکان کے دروازے پر ریستوران کے سامنے، مالک مکان بنگالی بھائی مل گیا، سلام دعا کے بعد، اس نے ''بابا صاحب'' کی خیریت معلوم کی، میں نے عبدالکبیر کے بارے میں معلوم کیا، پھر اسے بتایا کہ میں ابھی تھوڑی ہی دیر میں واپس آجاؤں گا، اگر آپ یہاں ہیں تو ذرا ابا جی کو دیکھ لیجیے گا، ''آپ بے فکر ہوکر جائیے''، بنگالی صاحب نے گردن کو بڑے زور سے جھٹکا دے کر کہا تھا، جس کا مطلب تھا، واقعی مجھے بے فکر ہو جانا چاہیے، دراصل یہ میں نے یونہی ان سے کہہ دیا تھا، ورنہ مجھے معلوم تھا، ابا جی کی گھنٹا بھر سے پہلے آنکھ نہیں کھلے گی۔

مجھے بازاروں کا کچھ اتا پتا نہیں تھا، بس یونہی، مکان سے نکل کر بائیں ہاتھ کی طرف چل دیا، جہاں آج کل ''بن داؤد'' نامی شاپنگ سینٹر کی عمارت کھڑی ہے۔ یونہی چلتا ہوا، وہاں جا پہنچا جہاں، منی چینجر کے بہت سے اسٹال تھے، دائیں ہاتھ کو قدیم چھپر بازار کے لئے راستہ جاتا ہے، اور اس سے ذرا سا آگے چل کر ایک اور بازار تھا جہاں مختلف سامان کی دکانیں تھیں، یاد رہے، آج کل یہ سارا منظر نامہ تبدیل ہو چکا ہے۔ اتنا کچھ بدل چکا ہے کہ جب گذشتہ سال اللہ نے مجھے مع اہلیہ اور بچوں کے ساتھ اپنے گھر میں مدعو کیا تو، وہ سارا نقشہ جو میری یادوں میں تھا یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔

کیونکہ مجھے والد صاحب کے پاس جانے کی جلدی تھی اس وجہ سے زیادہ آگے نہ جاسکا اور قریب ہی ایک بڑے جنرل اسٹور پر رک گیا، دکاندار خالص عرب تھا، میں نے سلام کیا، جواب خالص عربی لہجے میں ملا، ظاہر ہے، اس زبان سے اہلِ ایمان کو جو والہانہ لگاؤ ہے وہ کہنے کی بات

نہیں، طبیعت خوش ہو جاتی ہے، عربی کو اس کے اصل آہنگ میں سن کر، ایک کم مائیگی کا احساس بھی ہوتا ہے، تاہم جب اس روحانی اور قرآنی زبان کو بولنے سے خود کو مجبور پاتا ہوں تو بہر حال جو کچھ تعلیمی اور اکادمی اعتبار سے شدھ بدھ آسکی ہے، ڈرتے شرماتے ہوئے، عرب دکاندار سے بولنے کی کوشش کی، فربہ جسم والے ادھیڑ عمر شخص کی زیر لب خفیف سی مسکراہٹ کو میں نے محسوس کر لیا۔ وہ یقیناً میری ''عربی'' پر مسکرایا تھا۔

''کیا چیز؟''۔ یکا یک اس نے میری مشکل کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا اور یہ جان کر کہ وہ میری ''عربی'' سے اچھی ''اُردو'' بول سکتا ہے، ایک خوشی اور طمانیت کے ساتھ ہی دل میں اعتماد بھی پیدا ہوا۔

''تفضل'' اس بار اس نے پھر عربی میں کہا تھا، لیکن کرسی کی طرف اس کا اشارہ دیکھ کر مجھے میں مجھے کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آئی اور یوں بھی اتنی عربی سے تو ہم مالا مال تھے۔ ''تشکر'' کہہ کر کرسی نشیں ہو گئے۔ اس کے بعد اس نے پوچھا ''ہندی؟''؛ ''لا بل پاکستانی''، میں نے بتایا کہ نہیں، بلکہ میں پاکستانی ہوں تو وہ سن کر خوش ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنا عندیہ بیان کیا۔ شوپر سے بوتل نکال کر ان کی طرف بڑھائی اور بوتل پر لگے ہوئے لیبل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا۔

''اقرا''...... میں نے دیکھا کہ عرب دکاندار کی موٹی موٹی آنکھیں لیبل پڑھ کر چمک اٹھیں تھیں۔

''طیب طیب''..... وہ آپ ہی آپ اثبات میں سر ہلانے لگا۔ ''اس کو خلاص؟'' اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جس کو میں نے بآسانی سمجھ لیا کہ وہ بوتل کا ڈاٹ کھولنے کی اجازت مانگ رہا ہے، میں نے جواب میں خود ہاتھ بڑھا کر ڈھکن کھول دیا، تیل کی تیز بُو پر عرب بھائی کی ناک اور آنکھیں سکڑ گئیں۔ پھر اس نے تھوڑا سا تیل ہتھیلی پر نکالا اور گھٹنے پر ملنے لگا، مگر جلد پر تیل کی جلن محسوس کر کے پھر ''طیب طیب'' کے الفاظ دہرائے اور میری طرف دیکھ کر پوچھا۔

''کتنا قیمت؟''

''میں یہ بیچنے کے لئے نہیں لایا''۔ میں نے اس کے جواب میں تفصیل سے سمجھایا کہ ایک ڈاکٹر صاحب میرے دوست ہیں، خدمتِ خلق کی خاطر وہ یہاں اپنی اس پروڈکٹ کو متعارف کرانا چاہتے ہیں، آپ اس کو آزمائیں، اگر مفید اور مؤثر ثابت ہوا تو لیبل پر لکھے گئے پتے پر آرڈر دے کر منگوایا جا سکتا ہے۔ میں نے انہیں یہ بھی بتا دیا کہ میرے پاس اس طرح کی چار بوتلیں اور بھی ہیں۔ انہوں نے کہا ''وہ بھی دیدیں'' میں نے دوسرے دن کا وعدہ کیا اور سلام کر کے نکل گیا،

جانے سے پہلے انہوں نے مجھے قہوہ پینے کی دعوت دی، لیکن میں ''غداً انشاء اللہ'' یعنی آنے والے کل کا کہہ کر تیزی سے واپس ہو گیا۔

''اُف خدایا! یہ مارکٹنگ کرنے والے لوگ کس دل گردے کے لوگ ہوتے ہیں''۔ میرا تو اتنی سی دیر میں ہی سر چکرا اُٹھا تھا، زندگی میں پہلی بار، ایک دوست کی خاطر یہ ''کاروباری'' معاملہ کیا تھا، ورنہ ہمیشہ خود کو ان جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے، لکھنے پڑھنے کے سوا کچھ اور سیکھا ہی نہیں، سوچتا ہوں، اللہ نے روزی رزق کا یہ بہانہ اور وسیلہ نہ بنایا ہوتا تو کیا ہوتا؟، اللہ کا شکر ہے!۔ صبح گئے اور کلاس میں جا کر طلباء کو میر و غالب کی شاعری اور سرسید اور آزاد کی نثر پڑھائی اور بس چھٹی، آ گئے، آٹے دال کا کیا بھاؤ ہے، کبھی معلوم ہی نہ کیا، آج تک نہیں پتا کہ گھر میں جو مہینہ کا سودا آتا ہے ان چیزوں کی تھوک اور خوردہ قیمت کیا ہے؟ یہ پورا شعبہ غریب اہلیہ نے سنبھال رکھا ہے اور یوں اگر اپنے تمام ''ادبی کارناموں'' کا جائزہ لوں تو اس کی تکمیل میں آدھے سے زیادہ حصہ اس خاتون کا ہے، ایسا نہ ہوتا تو سامان ڈھونے میں ہی وقت صرف ہو جایا کرتا، یا پھر کبھی یہ بھی سوچتا ہوں کہ مجھے بگاڑنے میں بیوی کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے، کیوں نہیں مجھے کام سے لگا کر کام کا بنا دیا، مگر دہ تو دونوں وقت کا کھانا اور چائے، برسوں سے میرے کمرے میں پہنچاتی آئی ہے، جیسے میں اسی امداد کا مستحق ہوں، دوست احباب کی چائے پانی کے لئے غریب کو الگ زحمت دیتا ہوں۔ بس.....! اگر اسے کوئی اعتراض ہے تو اس بات پر کہ کمرے کو کیا کاٹ کباڑ بنائے رکھتا ہوں، چاروں طرف کتابیں اور کاغذ بکھرے نظر آتے ہیں کہ گھر میں کوئی ڈھنگ کا مہمان آ جائے تو بتا بھی نہیں سکتے کہ یہ کمرہ ''اُن'' کا ہے۔ چلو کچھ نہیں کم از کتابوں کو ڈھنگ سے الماری میں تو رہنا چاہئے''۔ شروع شروع میں خود کتنی بار اس نے ایسا کیا بھی لیکن چوبیس گھنٹے سے زیادہ یہ بناؤ سنگھار قائم نہ رہ سکا، الماری سے کتابیں پھر باہر آ گئیں، جس پر وہ جھنجھلا گئی، تب میں نے اس کے سخت احتجاج پر اسے سمجھایا کہ کتابیں پڑھنے کے لئے ہوتی ہیں، الماری میں رکھنے کے لئے نہیں ہوتیں، جس طرح فرج میں رکھی چیزوں کا مطلب اس کو محفوظ کرنا ہی نہیں ہوتا، کھانے کی چیزیں کھانی ہی پڑتی ہیں، اس پر اس نے مثال دی کہ وہ اپنی فلاں سہیلی کے ہاں کتابوں کو نہایت سلیقہ سے الماری میں رکھے دیکھتی ہے، میں نے کہا، بے شک جن لوگوں کے ہاں کتابیں الماری کی زینت ہوتی ہیں، وہ غریب پڑھنا نہیں جانتے، بالکل بری کے جوڑے کے طرح ہوتی ہیں، جو دوبارہ نہیں پہنا جاتا اور وہ کتابیں بھی شوپیس بن کر رہ جاتی ہیں۔

''اچھا تو یہ کاغذ! ان کو تو سمیٹ لیا کریں''

"اگر انہیں سمیٹنے بیٹھ گیا تو لکھنے کے لئے وقت کہاں سے لاؤں گا، سارا وقت انہی کی نذر ہو جائے گا"، میں جواب دیتا ہوں۔ تاہم دل میں اپنے اس پھوہڑپنے پر ہمیشہ ہی شرمندہ رہے کہ لکھتے وقت، صفحہ پر نمبر ڈالنا اور لکھ لکھ کر ترتیب سے رکھنا آج تک نہیں آیا، ہزاروں صفحات کالے کر ڈالے اسی طرح، گو کبھی کبھی اس بے اصولی کی وجہ سے دقت بھی پیش آتی ہے، کمپوزنگ کے بعد پتا چلتا ہے کہ تحریر کی ترتیب کچھ سے کچھ ہو گئی ہے۔ میر و غالب کی شاعری میں، غالب نے مقالہ کو مکالمہ بنا دیا۔ یا یہ کہ۔۔۔

"تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانا کر لے"
"میں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا"

وغیرہ وغیرہ!

بہر حال! آج اس نئے تجربے نے اعصاب کو کچھ دیر کے لئے کسی قدر کشمش پیچ میں مبتلا کر دیا تھا، مگر اب آزادی سے پر سکون سانس لیتا ہوا، جلدی جلدی چل کر واپس اپنی قیام گاہ پر آ گیا، دیکھا کہ "مالک مکان" بنگالی بھائی، مکان کے شروع حصے میں پڑے ہوئے صوفے پر نیم دراز ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"بابا صاحب ابھی آرام کر رہا ہے"۔ اس نے نہایت دھیمی آواز میں مجھے بتایا اور میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ ابا جی دوسری طرف کروٹ لئے ابھی تک محو خواب تھے۔ میں بھی ان کے قریب ہی جا کر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ نہیں معلوم کتنی دیر سویا تھا، البتہ جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ جاگ چکے ہیں اور دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ میں ایک دم ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا، لیکن محسوس کیا آپ کے چہرے پر گہرا اطمینان اور سکون پھیلا ہوا ہے۔ غسل خانے میں جانے کا معلوم کیا، فرمایا "ہاں!" میں فوراً اپنی جگہ سے اٹھا، آپ میرا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ وضو وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد کھانے کا دریافت کیا، فرمایا "دہی بھی لے آنا" چنانچہ میں بڑی تیزی سے گیا، اپنی "دریافت شدہ" پاکستانی ہوٹل سے کھانا پارسل کرایا، دہی کا پیک ڈبہ لیا اور تیز تیز قدم چلتا ہوا، چند منٹوں میں ہی واپس آ گیا۔ دروازے کے قریب پہنچا تھا کہ ابا جی کی آواز نے دل کے غنچے کھلا دیئے۔ آپ نہایت ہی سوز میں پڑھ رہے تھے۔

کیا خوب کھِلا ہے دل کا چمن سبحان اللہ، سبحان اللہ

اے بلبل گلشن کی متوالی، پھرتی ہے تو کیوں ڈالی ڈالی

آ تو بھی ہمارے سنگ چہک سبحان اللہ، سبحان اللہ

سوچا مداخلت نہ کروں، آپ کو اسی طرح اپنی مستی میں کھویا رہنے دوں، پھر آہستہ سے پردہ کھسکا کر اندر گیا، دیکھا آپ دیوار سے ٹیک لگائے رب کی تسبیح سے اپنے دل کا چمن کھلانے میں محو ہیں۔ یہ آپ کی خاص عادت تھی، کبھی کبھی موج میں آتے تو اسی طرح کوئی کلام چھیڑ دیتے اور دیر تک گنگناتے رہتے۔ اس عمر میں بھی ماشاء اللہ آواز میں وہی "گھن گرج" اور سُریلا پن تھا۔ ایک بار مجھے یاد آیا، اسی طرح مناجات پڑھ رہے تھے۔

تری ذات ہے اکبری سروری
مری بار کیوں دیر اتنی کری
کرے خشک کھیتی کو پل میں ہری
مری بار کیوں دیر اتنی کری

آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور کئی لوگ جو آپ سے ملاقات کی غرض سے آئے تھے، وہ بھی آپ کے ساتھ ہی ساون برسا رہے تھے۔ ان میں ایک صاحب ایسے تھے جنہوں نے بعد میں بتایا کہ انہیں کبھی رونا ہی نہیں آیا تھا، بڑے سے بڑے حادثے پر بھی ان کی آنکھ نم نہیں ہوتی تھی، لیکن آج یہ بابا جی نے کیا کیا، مجھ پتھر کو بھی پگھلا کر رکھ دیا۔

اس وقت میں بھی یہی سوچ رہا تھا کہ کیسے کیسے پتھروں کو "بابا جی" نے موم نہیں بنایا تھا، بڑے سے بڑا سخت طبیعت اور "بد عقیدہ" شخص بھی آپ کی صحبت میں بیٹھتا تو آپ کی سادہ باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا، ساری بد عقیدگی دور ہو جاتی اور اولیاء اللہ سے بدگمانی فراموش کر کے قدموں میں نظر آتا۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی حرم شریف کی طرف چل دیئے، عصر کی نماز میں، حجر اسود کے بالمقابل جگہ زائرین سے گھر چکی تھی، کسی مناسب جگہ کی تلاش میں نظر دوڑائی، رکن یمانی کی طرف رغبت ہوئی، ویل چیئر کو چلاتا ہوا، اس طرف لے گیا، لیکن وہاں بھی کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی کہ اطمینان سے چیئر کو کھڑا کر سکوں، گذرنے والے بار بار چیئر سے ٹکرا رہے تھے، جس سے یقیناً والد صاحب کو تکلیف پہنچ رہی تھی، میں کسی اور جگہ کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ چند سفید پوش اور گورے چٹے افراد کا ایک ریلہ سا آیا اور مجھ سے بے طرح ٹکرا گیا، مجھے لگا کہ غلطی میری ہی ہے، میں غالباً ان کی راہ میں حائل ہو گیا تھا، میں نے دیکھا وہ سب حضرات سفید سلکی لباس پہنے تھے اور ایک نہایت نورانی چہرے والے بزرگ ان کے جلو میں چل رہے ہیں، ان میں سے ایک صاحب

میری طرف آئے اور کسی قدر سختی سے میرا بازو پکڑ کر اس طرح "راستے" سے ہٹایا کہ ایک جھٹکے کے ساتھ چیئر کا رخ مڑ گیا، ابا جی نے چہرہ اٹھا کر اس شخص کی طرف دیکھا جو سب سے بے نیاز اپنے "بزرگ" میں کھویا ہوا تھا، اس کا بس نہیں تھا کہ وہ حرم سے سب کو نکال کر صرف اور صرف اپنے صاحب کے ساتھ وہاں گزارے، لیکن اسی وقت ایک منظر یہ دیکھنے میں آیا کہ بزرگ جو آہستہ خرامی کے ساتھ کعبہ مشرفہ پر نظریں جمائے، ہمارے قریب سے گذر رہے تھے کہ یکا یک ایک قدم آگے بڑھتے ہی رک گئے، بڑی عجلت سے چہرہ پھرایا اور بے تابانہ نظروں سے دیکھنے لگے اور دوسرے ہی لمحے بے تحاشا ابا جی کی طرف آئے جیسے انہیں کی تلاش تھی، آپ کی طرف جھکے، مصافحہ کیا اور چہرہ جھکا کر آپ کی ریش کو چوم لیا۔ ان کے بعد ہی ان کے دیگر رفقاء جو غالباً ان کے مریدین اور معتقدین تھے، ایک ایک کر کے ابا جی سے مصافحہ کرنے لگے، ان میں وہ شخص بھی تھا جس نے کچھ لمحے پہلے میرا بازو جھٹکا تھا اور جس کی اس "زور آزمائی" کی وجہ سے چیئر کا رخ مڑ گیا تھا اور ابا جی نے سخت ناگواری محسوس کی تھی۔ سفید پوشوں کا گروہ جو بعد میں معلوم ہوا، شام سے تعلق رکھتا تھا، جب اپنے مرشد اور "پیشوا" کے ہمراہ آگے گذر گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ مجھے یہاں سے ہٹ کر پیچھے کہیں اور جگہ تجویز کرنی چاہیے، ابھی بس یہ خیال کیا ہی تھا کہ رکن یمانی کی رو میں متعین، مگر چاق و چابند صاحب جو نہایت کڑک دار آواز میں لوگوں کو راستہ چھوڑ کر بیٹھنے کی ہدایت کر رہے تھے، تیزی سے میری طرف آئے، میں نے سمجھ لیا کہ وہ مجھے بھی وہاں سے وہیل چیئر ہٹانے کے لئے کہیں گے، لہٰذا میں نے پہلے ہی چیئر کا رخ موڑ دیا اور ابھی آگے بڑھنا ہی چاہتا تھا کہ موصوف نے میرا بازو پکڑ کر روکا۔ صف کے کنارے پر بیٹھے ہوئے شخص سے دائیں طرف کھسکنے کو کہا اور وہیل چیئر میرے ہاتھ سے لے کر، خود اس جگہ کھڑی کر دی۔

"بس آپ بھی یہیں بیٹھ جائیے"۔ میں ایک دم چونک سا گیا۔ وہ صاحب سراپا عربی لباس میں تھے اور لوگوں سے مسلسل عربی ہی بول رہے تھے، لیکن مجھ سے اتنی صاف ستھری اُردو میں مخاطب ہوئے تو یقیناً میرے لئے یہ اچنبھے کی بات تھی، پھر ابا جی کی طرف جھک کر آپ سے مصافحہ کیا۔

"حضرت کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"

"پاکستان"...... میں نے مختصر بتایا۔

"پاکستان میں کہاں قیام ہے؟"

"کراچی"...... میں نے اختصار سے کام لیا۔

"بس آپ یہیں، اسی جگہ، حضرت کو ٹھہرایا کیجیے، میرا نام قاضی اقبال ہے، عصر میں میری ڈیوٹی اسی جگہ ہوتی ہے"۔

"شکریہ!"...... میں بھی ان کا شکریہ ادا کر رہا تھا کہ اسپیکروں میں سے اذان ہونے سے پہلے کی مخصوص آواز سنائی دی۔ "اُردو داں عرب" فوراً اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہو گیا۔ ادائیگی کے بعد چار غیر مؤکدہ سنتوں کی تکبیر کہی گئی اور جماعت قائم ہو گئی۔ امام صاحب نے سلام پھیرا تھا کہ زائرین حجر اسود کی طرف دوڑ پڑے۔ میں نے محسوس کیا، والد صاحب طواف میں شرکت کے لئے آمادہ نظر نہیں آتے اور میں ابھی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے، کہ رکن یمانی پر متعین قاضی صاحب جلدی سے ہماری طرف آئے اور اپنے مخصوص پاٹ دار لہجے میں بولے "جائیے گا نہیں"، یہ کہہ کر جلدی سے مکبّر کی طرف چلے گئے، جس طرف سے امام صاحب شُرطوں کے زیر حفاظت اپنے مستقر کو روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے دیکھا، قاضی صاحب جو ہمیں اپنی جگہ ٹھہرے رہنے کا کہہ گئے تھے، امام صاحب کے پاس گئے اور نہ معلوم کیا ان کے پاس چہرہ لے جا کر کہا کہ انہوں نے یکا یک قدم روک لئے، پھر جو منظر پیش آیا وہ یہ کہ امام صاحب نے یکا یک، اپنا مخصوص اور مقررہ راستہ بدل دیا اور ہماری طرف آئے۔ شرطوں نے بھی اپنی پوزیشن بدل دی اور امام صاحب کے پہلو میں ہماری طرف آ گئے، گذرتے ہوئے ابا جی کو سلام کیا اور مصافحہ کیا، اور ریش مبارک کو چھو کر اپنے ہاتھ کو چوما، جواب میں ابا جی نے بھی ایسا ہی کیا، یہ سارا واقعہ پلک جھپکتے ہی عمل میں آیا، کچھ لوگ جو امام صاحب سے ہاتھ ملانے کے لئے ان کی طرف لپکے تھے، شرطوں نے انہیں روک دیا اور انہیں ان کے پروٹوکول کے ساتھ لئے تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ میں یہ سب دیکھتا رہ گیا تھا۔ میرے لئے یہ ناقابلِ یقین منظر تھا۔ حرم شریف میں کئی حضرات، امامت کراتے ہیں، فجر میں اور صاحب، ظہر عصر میں دوسرے، مغرب میں کوئی اور، اور عشاء میں کوئی اور صاحب ہوتے ہیں، تاہم عام آدمی کا ان میں سے کسی ایک سے بھی شرفِ مصافحہ حاصل کرنا ممکن ہی نہیں ہوتا، اس میں کچھ تو سیکورٹی کی وجہ ہے اور کچھ سعودی لوگوں کا مسلک ایسا ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو بدعات سمجھتے ہیں، دنیا بھر سے آنے والے حجاج اپنے اپنے علاقے کی ثقافت اور کچھ معاشرتی طور طریقے بھی لے جاتے ہیں جنہیں وہ سادہ لوحی سے اپنے مذہبی برتاؤ میں بھی شامل کر لیتے ہیں، گو وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ مذہب نہیں ہے، بلکہ صرف روایتی طور پر ایسا کرتے ہیں، لیکن حرمین شریفین میں ایسی باتوں پر "حرام حرام" کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ شرطے ہوں کہ دیگر محافظین، حجاج کرام اور زائرین کے اکثر افعال پر "حُرمت" کے فتوے صادر کرنے میں دیر نہیں لگاتے۔ ابھی

باتوں میں سے ایک امام صاحب سے مصافحہ کرنا بھی ہے، زائرین فرطِ عقیدت میں کعبہ مشرفہ کی نسبت سے کہ ایسی جلیل القدر جگہ امامت کراتے ہیں، ان سے مصافحہ کرنا اپنے لئے سعادت کا باعث خیال کرتے ہیں، مگر وہاں یہ سارے معاملات "شرک اور بدعت" میں شمار کئے جاتے ہیں، تاہم چلئے اس بات کو الگ اٹھا رکھئے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ایک وقت میں ہزاروں زائرین سے مصافحہ کر سکتا ہے! اب اس صورتحال میں، امام صاحب کا ایک زائر کے پاس خود چل کر اس سے مصافحہ کرنا اور احترام و اعزاز بخشنا، دیکھنے والوں کو متحیر کرنے کے لئے کافی ہے، میں واقعتاً تصویرِ حیرت بنا ہوا تھا۔

قاضی اقبال صاحب مجھے لے کر وہیں صحنِ کعبہ میں ابا جی کی ویل چیئر کے پاس بیٹھ گئے اور تفصیلی تعارف چاہنے لگے۔

"اور حضرت، ہندوستان میں کہاں سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"آگرہ"

"میرا آبائی وطن سہارنپور ہے"۔ جواب میں انہوں نے بتایا تو ابا جی نے دلچسپی سے انہیں دیکھا۔

"میرے حضرت کا تعلق سہارنپور سے ہی تھا"۔ ابا جی نے ان سے کہا تو وہ اس حسنِ اتفاق پر خاصے خوش نظر آنے لگے۔

پھر گفتگو کا طویل سلسلہ چھڑ گیا۔ قاضی صاحب نے اپنی جو داستان بیان کی اس کا اختصار یہ تھا کہ وہ نوعمری میں ہی جہاد کی غرض سے فلسطین جا چکے تھے، بعد میں مصر گئے اور اخوان المسلمین میں شامل ہو گئے، وہاں جب کرنل جمال ناصر نے اخوان کے خون سے ہاتھ رنگے، قطب اور حسن البناء حضرات کو پھانسی پر چڑھا کر اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ فرعون کی روح اس کے اندر حلول کر گئی ہے تو قاضی اقبال صاحب قید و بند سے کسی طرح فرار ہو کر لبنان چلے گئے اور بیروت میں زیرِ زمین رہ کر اسلام دشمن قوتوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے، وہاں سے شاید پھر فلسطین گئے اور عرفات کی تنظیم میں بحیثیت مجاہد شریک ہو گئے اور اس طرح جانے اور کن حالات سے گذرتے ہوئے سعودیہ آن پہنچے، یہاں سعودی حکومت نے انہیں "سیاسی پناہ" دے دی اور ان کا کوئی وظیفہ مقرر کر دیا، تاہم وہ حرم کے خدام میں شامل ہو کر برسوں سے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ "وہ فلسطین بابا" کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی نشست میں انہوں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ "حضرت! ان کے ہاں ایک وقت کا کھانا تناول کریں، فرمایئے کس دن

تشریف لا سکتے ہیں؟"۔

"جناب! یہ ہمارے بابو جی ہیں، انہیں سے پوچھیئے، یہی بتا سکتے ہیں"۔ ابا جی نے مجھ پر ڈال دیا اور میں نے انہی حضرت کی مرضی پر چھوڑ دیا کہ وہ جب اور جس دن مدعو کرنا چاہیں۔

"تو پھر کل ہی پر رکھئے"

"بہتر ہے" میں نے کہا اور پھر ان کے استفسار پر اپنی قیام گاہ کا انہیں پتا سمجھا دیا۔

"حضرت کی طبیعت تو میں نے سمجھ لی ہے، آپ بتایئے، کیا کھانا پسند کریں گے؟"

جو بھی آپ کھلائیں گے، سبحان اللہ......"

"نہیں جناب! اپنی پسند کا کوئی نہ کوئی ایک کھانا ضرور بتانا ہو گا"

"بس تو پلاؤ بنوا لیجئے گا"۔ نہ جانے کیوں اس وقت میرے ذہن میں یہی آ سکا تھا، پھر جب انہوں نے منظور کر لیا تو ایک بے ادبی مجھ سے سرزد ہو گئی۔ ادب کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے منہ سے نکل گیا۔

"لیکن حضرت پلاؤ ہو، بریانی نہ بنوا لیجئے گا"۔ میں نے کہا تھا کہ گویا انہیں جلال آ گیا۔ فرمانے لگے۔

"ہم سے کہہ رہے ہیں آپ۔ میاں بریانی اور پلاؤں میں ہم سے زیادہ کون فرق کر سکتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ کل آپ کو اصلی پلاؤ ہی کھلایا جائے گا"۔

"شکریہ! شکریہ!" میں نے قبل از وقت ان کا تشکر ادا کیا اور کیوں کہ آج میری "سال گرہ" تھی یعنی، ۲۱ نومبر تو دوسرے روز کے لئے دعوتِ طعام کا اہتمام طے پا گیا۔

رات سونے سے قبل، بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ کیا خوش نصیبی ہے۔ اللہ کے گھر کے سائے میں بیٹھ کر، اللہ کا ایک نیک اور برگزیدہ بندہ ہمیں اپنے دولت کدہ پر کھانے کے لئے مدعو کر رہا ہے، ہمیں کہاں، اللہ کے دوست کو، کہ اصل مہمان تو وہی ہیں، میں تو بس طفیلی ہوں، یہ حقیر آپ کے طفیل کیسی کیسی جگہ نوازا جا رہا ہے۔

ابا جی سو چکے تھے، میں نے گھڑی میں دیکھا، بارہ کا ہندسہ، عمر کو رائیگاں کرنے والے خیال آفاقی کی سال گرہ کے دن کو اپنے ساتھ لے کر گذر چکا تھا۔

دوسرے روز ۲۲ نومبر کو بارہ بجے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں نے اٹھ کر دیکھا تو قاضی صاحب ہاتھ میں عصا لئے ہوئے موجود تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں فوراً راستے سے ہٹ گیا۔ وہ نہایت ادب سے داخل ہوئے، ابا جی

پہلے ہی جیسے ان کے منتظر تھے، دیوار سے کمر لگائے بیٹھے تھے۔ قاضی صاحب نے سلام کے بعد، رکوع کی حالت میں جھک کر آپ سے مصافحہ کیا اور بیٹھنے کی بجائے، چلنے کی درخواست کی، کیونکہ وقت کم تھا، جانا بھی تھا، کھانا بھی تھا اور واپس حرم پہنچ کر ظہر کی جماعت میں شامل بھی ہونا تھا۔

"میرا خیال ہے حضرت چلا جائے"

"بسم اللہ!"

اور یوں کچھ ہی دیر میں، ابا جی کو ویل چیئر پر بٹھا کر میں اپنے "مجاہد" میزبان کی معیت میں ان کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ قاضی صاحب کا مسکن زیادہ دُور نہیں تھا، اپنی قیام گاہ سے نکل کر بائیں ہاتھ حرم شریف کی طرف جانے کی بجائے، دائیں جانب چند قدم ہی چل کر بائیں طرف کی قدیم آبادی میں وہ ہمیں لے گئے۔ اس دوران میں مجھے محسوس ہوا، وہ چلتے ہوئے، کسی قدر لنگ کرتے ہیں، غالبًا عصا ہاتھ میں رکھنے کا سبب بھی یہی تھا۔ راستے میں انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ ایک نہایت ہی قدیم مکان پر پہنچ کر رک گئے اور پلٹ کر ہماری طرف دیکھا۔

"یہ ہے میرا غریب خانہ"۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے عصا کی نوک سے دروازے کو پیچھے کی طرف دھکیل کر کھول دیا۔

"آیئے، تشریف لایئے"۔ وہ ہمیں آنے کا کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوگئے۔ میں بڑی احتیاط سے ویل چیئر کو لئے اندر پہنچا، جائزہ لیا تو دو چیزوں کا شدید احساس ہوا، ایک تو مکان کی کہنگی اور خستہ حالی اور دوسری خاموشی، معلوم ہوتا تھا مکان میں کوئی ہے ہی نہیں، داخل ہوتے ہی ایک برآمدہ قسم کی جگہ تھی، اس کے بعد پھر ایک دروازہ تھا، جس کو مکین نے اسی طرح اپنے عصا کی نوک سے پیچھے کی طرف دھکیل کر کھولا اور ہمیں اندر آنے کے لئے کہا، میں ان کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ویل چیئر کو کمرے میں لے گیا۔ کمرے کی حالت بھی کسی قدر ردّی تھی۔ عام زندگی برتنے کے آثار نمایاں نظر نہیں آتے تھے۔

"تشریف رکھیے حضرت!" قاضی صاحب نے ابا جی کو مخاطب کیا۔ ان کا اشارہ، فرش کی طرف تھا، جس پر دھاری دار موٹی سی دری بچھی ہوئی تھی، ایک دو گاؤ تکیے بھی موجود تھے اور بالکل درمیان میں کھانے کے طشت رکھے ہوئے تھے جو ہیٹ پروف پرنی سے پیک تھے قریب ہی آفتابہ اور لمبی ٹونٹی والا صراحی کی قسم پانی کا برتن رکھا تھا اور ایک اور صراحی دار برتن میں پینے کا پانی کے آب خورے بھی۔

میں نے والد صاحب کو سہارا دیا اور آپ چیئر سے اٹھ کر آہستہ آہستہ فرشی بستر پر بیٹھ گئے،

ان دنوں، نیچے بیٹھنے میں آپ کو زیادہ دقت نہیں ہوتی تھی، بعد میں سال بھر کے بعد گھٹنوں کی تکلیف کے سبب فرشی بستر سے پرہیز کرنے لگے تھے اور ایک عمر کا طویل حصہ نیچے زمین پر سونے کے بعد، آخری کئی برس آپ نے مسہری پر گزارے، ورنہ آپ فرش کو ہی پسند فرماتے اور وہی آپ کو پسند تھا۔

جب میں والد صاحب کو بٹھا چکا تو قاضی صاحب بھی میرا بازو پکڑ کر آپ کے بالمقابل بیٹھ گئے۔ انہوں نے سلفچی ابا جی کے سامنے رکھ کر ہاتھ دلانے کے لئے پانی کا آفتابہ اٹھالیا۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ خدمت مجھے انجام دینے دیجئے لیکن انہوں نے سختی سے مجھے روک دیا۔

"آپ کو حضرت، یہاں تک آنے میں یقینا تکلیف تو ہوئی ہوگی، لیکن یہ میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ آپ نے مجھے یہ عزت بخشی اور میری دعوت پر تشریف لے آئے"۔

قاضی صاحب ایک اچھے اور خلیق میزبان کی طرح، استقبالیہ گفتگو کرتے ہوئے، کھانے پر سے پیکنگ ہٹانے لگے۔ وہ جس طشت پر سے سفید نقرئی رنگ کی پرنی کو ہٹاتے، بھاپ نکلتی جو اس بات کا ثبوت پیش کرتی کہ کھانا گرم ہے۔

"یہ لیجئے میاں آپ کا پلاؤ!" انہوں نے ایک طشت پر سے پرنی کا خوان ہٹاتے ہوئے میری طرف دیکھا۔

"سبحان اللہ!" پلاؤ کی شکل وصورت دیکھ کر ہی طبیعت خوش ہوگئی۔

"اور یہ زردہ ہے" انہوں نے ایک اور طشت کو بے نقاب کرتے ہوئے بتایا۔ "ظاہر ہے، زردہ نہ ہو تو پلاؤ کی جوڑ اور دری لگتی ہے"۔

"جی آپ نے درست فرمایا" میں نے کہہ تو دیا، لیکن میری حیرانگی میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا، اس کے کئی اسباب تھے، ایک یہ کہ گھر میں ان کے سوا کوئی اور نہیں تھا، دوسرا یہ کہ یہ سب کچھ اہتمام کس نے کیا، اور اگر خود قاضی صاحب یہ سارا کچھ کر سکتے گئے تھے تو ابھی تک کھانا بالکل گرم اور تازہ دم تھا۔

"اس پیکنگ میں گھنٹوں کھانا گرم رہتا ہے"۔ یکا یک قاضی صاحب نے کہا جیسے انہوں نے میرے دل کا چور پکڑ لیا ہو۔

"لیکن اس کا کیا جواز تھا کہ کھانا کہاں بنوایا گیا، یا کہاں سے آیا اور منگوایا"۔

"بابو، تم حضرت کا ہاتھ بٹاؤ" یکا یک ابا جی نے مجھے ٹوک دیا اور میں نے قاضی صاحب کے ہاتھ سے چمچہ لے لیا، جس کے ذریعہ وہ پلیٹ میں چاول نکال رہے تھے۔

"ہاں بھئی، یہ کام آپ کیجئے"۔ بزرگ میزبان نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، میں نے کھانا پلیٹوں میں نکالا اور پہلے قاضی صاحب کے سامنے رکھا، لیکن انہوں نے پلیٹ اٹھا کر اباجی کے سامنے رکھ دی۔

"بھئی یہ تو آپ کی فرمائش تھی، اب یہ لوکی اور گوشت کا سالن حضرت کی پسند کا نکالو"۔ اس بار پھر مجھے حیرت کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ واقعی لوکی اور گوشت اباجی کا پسندیدہ سالن تھا۔ تاہم آپ کبھی کسی کھانے کی بُرائی نہیں کرتے تھے۔ اس وقت تو ہر نوالے پر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے۔ میں خود بھی کھانا کھاتے ہوئے جیسے خوشی سے جھوم رہا تھا۔ عجیب ذائقہ اور مزہ تھا، اس سے پہلے اس طرح کے ذائقے سے زبان آشنا بھی نہیں ہوئی تھی۔ پلاؤ بھی، سالن بھی اور زردہ بھی، سبحان اللہ سبحان اللہ۔ کھانے کے دوران تسبیح و تشکر کے سوا دوسرے الفاظ سنائی نہیں دیئے۔ کھانے کے اختتام پر، اباجی نے دعا کرائی اور اجازت طلب کرنے پر قاضی صاحب ہمیں چھوڑنے آنے لگے تو میں نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ اگر انہیں حرم شریف جانا ہے تو الگ بات ورنہ وہ ہماری وجہ سے تکلیف نہ کریں، ہم چلے جائیں گے۔ پھر بھی وہ گلی کے باہر تک ہمارے ساتھ آئے اور والد صاحب سے مصافحہ کر کے ہمیں رخصت کیا اور پلٹ گئے، انہوں نے بتایا تھا کہ وہ کچھ دیر بعد، کسی صاحب کے ساتھ حرم شریف جائیں گے۔ غالباً ان صاحب کے ساتھ یہ ان کا روزانہ کا معمول تھا۔

اس روز ہم نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء، چاروں نمازوں کے بعد، سارا وقت حرم میں ہی گزارا۔ اس عرصہ میں اباجی چیئر پر ہی بیٹھے، تسبیح و تہلیل میں محو رہے، میں بھی تلاوت وغیرہ میں مصروف رہا۔ اس دوران جب بھی میں نے قرآن کریم سے نظر اٹھا کر دیکھا، کسی نہ کسی شخص کو ان سے مصروف گفتگو پایا۔ کئی بار آپ سے کسی حاجت کے بارے میں معلوم کیا، لیکن ہرگز نہیں، آپ بالکل مطمئن نظر آ رہے تھے، عصر میں قاضی صاحب کی بتائی ہوئی جگہ پر ویل چیئر کو ٹھہرایا، وہ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک اباجی سے راز و نیاز کرتے رہے، مغرب کے بعد میں نے اباجی کو طواف کرایا اور اس بار بھی وہی اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہوا، بوسہ گہہ رسول ﷺ، حجر اسود کا لمس میسر آیا جو دراصل اللہ بزرگ و برتر سے مصافحہ کے مترادف ہے۔

موسم میں خنکی سی محسوس ہو رہی تھی، اس لئے ویل چیئر کو برآمدے میں اس جگہ پہلے آیا جہاں سے حضور ﷺ معراج کو تشریف لے گئے تھے، یہاں ایک ستون پر اس بات کی نشانی لگا دی گئی ہے۔ یہاں بھی کچھ لوگوں نے والد صاحب سے ملاقات کی اور عشاء کی اذان تک یہ سلسلہ جاری

ہا۔ عشاء سے فارغ ہو کر، کعبہ مشرفہ کو استلام کر کے واپس ہوئے اور باب بلالی کی طرف سے باہر ے تو اباجی کے حسب حکم وہاں مسواک فروخت کرنے والی سیاہ فام بچیوں سے مسواک لی، ہم ب بھی یہاں سے گذرتے تو آپ ضرور مجھے مسواک لینے کے لئے فرماتے، آپ ان سیاہ فام بچے بچیوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے، باجرہ بھی ان سے لے کر کئی بار کبوتروں کو ڈلوایا۔ میں اباجی کی ان میں دلچسپی کا سبب جانتا تھا، آپ کو سیّدنا بلالؓ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی، آپ کا نام سنتے ہی جھوم جھوم جاتے تھے۔

قیام گاہ پر آئے تو آپ نے کھانے کے بارے میں کہا، زیادہ اہتمام نہ کروں، لہٰذا میں حرم ے بالکل سامنے سے ہی رول قسم کا برگر لے آیا، آپ کو بہت پسند آیا، ایک مشروب بھی شانی نام کا جو آپ کو بہت بھایا تھا، ایک دو گھونٹ لئے اور آرام کی غرض سے لیٹ گئے، یقیناً تھک گئے تھے اس لئے آنکھیں بند کر لیں، لیکن تسبیح کے دانے حسب معمول گرتے رہے، میں یونہی رسماً ڈائری لکھنے بیٹھ گیا۔ کوئی آدھا گھنٹہ گذرا تھا کہ آپ نے کروٹ لی اور آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا، میں نے سمجھا شاید کوئی ضرورت ہو گی، لکھنا موقوف کر دیا۔ کچھ باتیں بھائی اور میرے بچے بچیوں کے بارے میں کیں اور چائے کے لئے فرمایا۔ میں فوراً باہر گیا اور چائے کا کپ لے کر حاضر ہو گیا۔ چائے پینے کے دوران ہی آپ نے اپنی عادت کے مطابق دورِ رسالت ﷺ کی باتیں چھیڑ یں۔ آپ اس طرح آتے ہوں گے، طواف کرتے ہوں گے، حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوں گے۔ یقیناً اس وقت ان کے تصور میں وہ سارا نقشہ تھا جس میں وہ روز و شب ڈوبے رہتے تھے۔ آخر اس طرح "ذکرِ حبیب ﷺ" کرتے کرتے نہیں معلوم کب نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ آپ کثر فرمایا کرتے۔

ذکرِ حبیب ﷺ کم نہیں وصلِ حبیب سے

اور اس وقت یہی محسوس کر رہا تھا کہ آپ کو وصل حبیب حاصل ہو رہا ہے۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لیں، اس امید میں کہ شاید اس گناہگار پر بھی نظر کرم ہو جائے۔ اور میں کعبہ کی تجلیوں میں کھو یا، حرم کی بہاریں لوٹتا رہا۔

مغرب کی نماز میں امام کعبہ نے شب جمعہ کی مناسبت سے نہایت ہی رقت انگیز دعا فرمائی، ہر آنکھ اشکبار تھی، امام صاحب دل نکال کر رکھے دے رہے تھے، ہر شخص اپنے اپنے حالات پیش نظر اپنے رب سے مخاطب تھا۔ امام صاحب سب کی ترجمانی کر رہے تھے، عالم اسلام کے اتحاد اور مسلمانوں کی زبوں حالی پر خود بھی رو رہے تھے، اوروں کو بھی رُلا رہے تھے، لیکن نہیں معلوم

وہ اس بات پر بھی نالہ زن تھے کہ بیش ممالک امریکہ کی ''امامت'' میں ایک اسلامی ملک پر حملہ آور تھے، ان حملہ آوروں میں اکثریت مسلمان ملکوں کی تھی، ہراول، قلب، یمین و یسار سب صفوں میں مسلمان ''مجاہدین'' مورچہ بند تھے۔ بالمقابل بھی مسلمان تھے، بس فرق یہ تھا کہ ان کے آگے ''عراق'' لگا ہوا تھا۔ مسلمان، مسلمان پر آگ اور بارود برسا رہا تھا، ان سب ''مجاہدین'' میں سرفہرست اور نمایاں خادمین حرمین شریفین کا نام تھا۔ سعودیہ مسلمانوں کی سرپرستی کر رہا تھا اور خود سعودیہ کا سرپرست امریکہ تھا، دشمنِ اسلام بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے، مسلمانوں کا خون ارزاں کئے ہوئے تھا، اور افسوس! مسلمان دشمنوں کے ہاتھوں یرغمال، ان کے اشاروں پر اپنی طاقت و قوت اور اتحاد کو بلڈوز کرنے میں مصروف تھے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر دعا کے دوران بار بار خیال آرہا تھا کہ امام صاحب کن مسلمانوں کے لئے اتحاد کی دعا فرما رہے ہیں، جس مملکت کے وہ تقرر یافتہ ہیں، جس کا مقرر کردہ نصاب بصورت خطبہ وہ منبر حرم پر پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں، جس کا اتحاد امریکہ کے ساتھ ہے، جب ''خادمین حرمین شریفین'' کا حال یہ ہے تو دیگر مسلمان ملکوں پر کیا تبصرہ کیا جاسکتا ہے؟..... بہرحال! اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمیں وہ فراست عطا فرمائے جو مومن کی میراث ہے، جس کے ذریعہ وہ حق و باطل میں فرق کرتا اور اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی سے متعلق جو فیصلے کرتا ہے، تو یہی فراست اس کی رہنمائی کرتی ہے۔

مجھے نہیں معلوم، امام صاحب کی رقت انگیز دعا نے مجھے رُلایا تو اس میں کتنے آنسو اپنے لئے تھے اور کتنے دوسروں کے لئے، بلکہ سب اپنے ہی لئے تھے، اپنے گناہوں کی ندامت پر، اپنے والدین کے درجات کی بلندی کے لئے، اپنے مرحومین کی بخشش کے لئے، ملتِ اسلامیہ کی سربلندی اور سرخروئی کے لئے، خصوصاً اپنے ملک و قوم کی ترقی کے لئے، اپنے دوستوں، احباب اور ہم مشرب رفیقوں کے لئے اور اپنے اہل و عیال کی فلاح و بہبود کے لئے۔

جب آنکھیں غسل کر چکیں تو والد صاحب کی خواہش پر طواف کی سعادت حاصل کی اور وہ خصوصی سعادت سے بھی فیضیاب ہوا جو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میسر آتی تھی، یعنی بوسہ گاہِ رسول ﷺ، حجرِ اسود کا لمس جو دراصل اللہ بزرگ و برتر سے مصافحہ کرنے کے مترادف ہے۔

موسم میں خنکی سی محسوس ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

''جہانِ حمد'' کا ''قرآن نمبر'' ایک کارنامہ

پروفیسر علی حیدر ملک

قرآن مجید فرقان حمید آسمانی کتابوں میں سب سے آخری اور دنیا کی تمام کتابوں میں سب سے بڑی کتاب ہے۔ اس کی عظمت اور جامعیت کی بناء پر اسے اُم الکتاب کا درجہ حاصل ہے۔ دنیا کی بیشتر زبانوں میں اس کے ترجمے کیے گئے ہیں اور تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ بہت لیں مصنفین نے اس پر کتابیں تصنیف کی ہیں اور رسالوں نے خصوصی نمبر شائع کیے ہیں۔ اُردو میں بھی قرآن پاک کے تراجم، تفاسیر اور اس سے متعلق تصنیفات و تالیفات کا ایک وقیع ذخیرہ موجود ہے۔ کئی رسالوں نے اعلیٰ پائے کے خاص نمبر بھی نکالے ہیں۔ گزشتہ دنوں معروف حمد و نعت گو شاعر طاہر حسین طاہرؔ سلطانی کی ادارت میں شائع ہونے والے جریدے ''جہانِ حمد'' کا ضخیم و جیم ''قرآن نمبر'' منظر عام پر آیا ہے۔ کم و بیش بارہ سو صفحات پر مشتمل اس نمبر کو اُنیس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً: توصیف قرآن مبین، تعارف قرآن مجید، ہم قرآن و رشانِ محمد (ﷺ)، قرآنی تراجم کا مختصر تاریخی جائزہ، تفاسیر قرآن پر ایک نظر، سائنسی موضوعات قرآن حکیم کی روشنی میں، ہر باب میں متعدد مضامین شامل ہیں۔ مضمون نگاروں میں مفتی احمد یار خان نعیمی، مفتی حسام اللہ شریفی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، علامہ مفتی محمد تقی عثمانی، ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ، حکیم محمد سعید شہید اور علامہ محمد نور بخش توکلی وغیرہم کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ علامہ مفتی احمد رضا خان قادری، علامہ محمد اقبال، مولانا امیر مینائی اور خواجہ شفیق احمد فاروقی کی مناجاتوں کے علاوہ محمد حسین آسی، احمد نوید، اختر ہاشمی، اعجاز رحمانی، امید فاضلی، تنویر پھول، تابش دہلوی، جبران انصاری، حنیف اسعدی، سرشار صدیقی، قمر وارثی، ہلال نقوی، تاجدار عادل، طاہر سلطانی اور دیگر کی منظومات بھی شریک اشاعت ہیں۔

اس ”قرآن نمبر“ کے چند صفحات انگریزی تحریروں کے لئے مختص کئے گئے ہیں، مقاماتِ مقدسہ اور تاریخی مقامات و اشیاء کی رنگین تصاویر بھی ”نمبر“ کی زینت ہیں۔ قرآنی آیات کی مختلف اسالیب میں خطاطی کے نمونے بھی دیئے گئے ہیں۔ ”جہانِ حمد“ کا ”قرآن نمبر“ ایک بیش بہا علمی اور ادبی اہمیت کا حامل ہے۔ اس طرح کے نمبر شائع کرنا کسی بھی فرد یا ادارے کے لئے ایک مشکل اور صبر آزما کام ہے۔ طاہر سلطانی اور ان کے ادارے نے محدود وسائل کے باوجود یہ کام بہ حسن و خوبی سرانجام دیا ہے۔ یہ ایک غیر معمولی کارنامہ ہی نہیں ایک بڑی سعادت بھی ہے۔ وہ دینی، علمی اور ادبی حلقوں کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(”اخبارِ جہاں“..... ۲۳ر اگست ۲۰۱۰ء)

جہانِ حمد پبلی کیشنز کی تازہ مطبوعات

”خیابانِ نعت“
شاعر..... اقبال عالم
صفحات: ۲۷۲..... قیمت: ۲۰۰ روپے

◆

”سائبان“ (مجموعۂ نعت)
شاعر..... حیات نظامی
صفحات: ۱۱۲..... قیمت: ۲۰۰ روپے

کتاب ملنے کا پتہ:
نوشین سینٹر، دوسری منزل، کمرہ نمبر 19، اُردو بازار، کراچی
موبائل 0300-2831089 - ای میل: tahirsultani@gmail.com

مطالعہ کی میز سے

”جہانِ حمد قرآن نمبر“ (کراچی)

مرتبہ..... طاہر حسین طاہر سلطانی

تبصرہ نگار: ملک محبوب الرسول قادری

حمد و نعت ریسرچ سینٹر اور جہانِ حمد پبلی کیشنز، نوشین سینٹر، سیکنڈ فلور، کمرہ نمبر ۱۹، اُردو بازار کراچی نے ۱۲۸۵ صفحات پر محیط انتہائی روح پرور، ایمان افروز، علمی و تحقیقی تاریخ ساز ”جہانِ حمد..... قرآن نمبر“ شائع کر دیا ہے جو بجائے خود ہر ذی شعور مسلمان کے لئے عظیم تحفہ اور ارمغانِ علم و عرفان ہے۔ اس خصوصی قرآن نمبر کے فاضل مرتب شاعرِ حمد و نعت جناب طاہر حسین طاہر سلطانی نے سال ہا سال کی عرق ریزی اور شبانہ روز محنت کے بعد یہ اہم علمی دستاویز مرتب کی ہے جس پر وہ بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ یہ نمبر ہمہ جہت امیت کا حامل ہے۔ اس کے کُل ۱۱۹ ابواب ہیں جنہیں حمد و نعت، توصیفِ قرآن مبین، نزولِ قرآن کریم، مقاماتِ نزولی، وحی کیا ہے؟، تعارفِ قرآن کریم، ہمہ قرآن در شانِ محمد ﷺ، قرآنی تراجم کا مختصر تاریخی جائزہ، تفاسیرِ قرآن پر ایک نظر، سائنسی موضوعات قرآن حکیم کی روشنی میں، تدوین قرآن کا سفر، فضائل قرآن عظیم قرآن و حدیث کی روشنی میں، قرآن مجید گنجینۂ رحمت، شانِ اصحابِ محمد ﷺ دیکھیے قرآن میں، تکریم قرآن، اعجازاتِ قرآن کریم، تعارف قراء کرام اور خطاطانِ قرآن کریم، قرآن حکیم کی طباعت و اشاعت، مزید معلوماتِ قرآن، تفاسیر اور قرآن نمبروں کا جائزہ، گوشۂ منظومات اور پھر انگلش پورشن اس سب کے علاوہ ۴۰ صفحات فور کلر (چار رنگی روشنائیوں سے مزین) ہیں جو بڑی محنت سے مرتب اور ڈیزائن کئے گئے ہیں۔ ان صفحات میں بالخصوص ایک ایک سطر خوب سوچ سمجھ کر درج کی گئی ہے، موقع کی مناسبت سے مقتدر شعراء کے کلام سے حسب حال اہم اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے جو قاری کے ذوقِ سخن کی تسکین بھی کرتا ہے اور وادیٔ ایمان میں بھی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا محسوس ہوتا ہے۔

''جہانِ حمد'' کا زیرِ نظر ''قرآن نمبر'' قرآنیات کے باب میں نہایت اہم دستاویز کی حیثیت کا حامل ہے۔ حضرت طارق سلطان پوری، تنویر پھول اور پروفیسر عابد سلطانی نے قطعاتِ تاریخ اشاعت موزوں کئے ہیں، جبکہ متقدمین و متاخرین کے افکار و نظریات کو یکجا کیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث، اقوالِ خلفائے راشدین، صحابہ و اہلِ بیت، حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ عنہ، امام غزالیؒ، مجدد الف ثانیؒ، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمیؒ، مولانا عبدالرزاق، شیخ القرآن علامہ محمد فیض احمد اویسی، ڈاکٹر شمس جیلانی، مولانا اُسید الحق محمد عاصم القادری، علامہ نور بخش توکلی، حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری، قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی، علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری (مدیر اعلیٰ: سوئے حجاز)، علامہ عبدالعزیز عرفی، علامہ نسیم احمد صدیقی نوری، حضرت مفتی امجد علی اعظمی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حکیم محمد سعید شہید، شاعر علی شاعر، سیّد آلِ احمد رضوی اور علامہ سیّد شاہ حسین گردیزی سمیت بہت سارے اربابِ علم کی نگارشات شامل کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے، البتہ بعض دوسرے مکاتیبِ فکر سے تعلق رکھنے والے اہلِ قلم کی تحریروں کو الگ سے قدرے وضاحت کے ساتھ شامل کیا جاتا تو عام قارئین کے لئے مفید زیادہ تھا۔

محترم طاہر حسین طاہر سلطانی نے اس خصوصی نمبر کی ترتیب و تدوین میں ڈھیر ساری محنت کی ہے اور اسے ہمہ جہت بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے، اس نہایت وقیع اور جامع خصوصی نمبر کی اشاعت پر مکرمی طاہر حسین طاہر سلطانی اور ان کی پوری ٹیم اور ان کے معاونین حوصلہ افزائی، مبارکباد اور داد و تحسین کے مستحق ہیں، ہم انہیں بھرپور خراج پیش کرتے ہیں۔

حکومت پاکستان، صوبائی حکومتوں اور شعبہ امورِ مذہبیہ کا فرض ہے کہ وہ ایسی کوششوں کو سراہتے ہوئے حوصلہ افزائی کریں تاکہ نیکی کی قدروں کو فروغ ملے اور بدی و بدعقیدگی کا خاتمہ ہو۔ اب ماہِ صیام کی مناسبت سے اس کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے، اس سے مزید روحانی مسرت کی حامل بات یہ ہے کہ اس ''قرآن نمبر'' کی ساری آمدنی ''حمد و نعت ریسرچ سینٹر کراچی'' کی تعمیر و ترقی کے لئے وقف کردی گئی ہے جو بجائے خود صدقہ جاریہ ہے۔ اس ''نمبر'' کی جلد بہت مضبوط، کاغذ امپورٹڈ، چھپائی بین الاقوامی معیار پر، سرورق دیدہ زیب اور جاذبِ نظر، جبکہ قیمت صرف گیارہ سو روپیہ ہے۔

(حوالہ ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور ۔ شمارہ: ۸ جلد ۱۶ ۔ اگست ۲۰۱۰ء)

''ذکر ایک عمرہ کا''

از……رضوان صدیقی

تبصرہ نگار: ملک محبوب الرسول قادری

''جہانِ حمد پبلی کیشنز'' نے ہی وطنِ عزیز کے کہنہ مشق سفرنامہ نگار، افسانہ نویس اور دردِ دل رکھنے والے شاعر رضوان صدیقی کا سفرنامۂ حجاز ''ذکر ایک عمرہ کا'' کے نام سے بہت خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے اور یکے بعد دیگر اس کے دو ایڈیشن چھپ گئے ہیں واقعی اس سفرنامہ کا قاری اپنے آپ کو رضوان صدیقی کے ہمراہ اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر پاتا ہے۔ سفر کی آسائشوں اور کہیں کہیں مشکلات سے بھی اپنے آپ کو نبرد آزما خیال کرتا ہے۔ ان کے اسلوبِ تحریر میں لہجے کی ترنگ واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ قلم کی پختگی اس قدر ہے کہ کتاب کو پڑھنے والا مصنف کی باتوں کی آواز محسوس کرتا ہے جو اُس کے کانوں میں رس گھولتی چلی جاتی ہیں اور قدم قدم پر وہ اپنی معلومات میں گراں قدر اضافہ محسوس کرتا ہے۔ ان کی تحریر میں تکلف نام کی کوئی شے موجود نہیں ہے، چونکہ رضوان صدیقی خود ایک حساس انسان ہیں اس لئے انہوں نے دُعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے ذوقِ سخن کے پیشِ نظر مختلف مقامات پر عمدہ اشعار اور مصرعوں کا استعمال بھی کیا ہے جو بجائے خود ''حُسنِ انتخاب'' ہے۔ پڑھیے اور انہیں اس انتخاب پر داد دیجئے۔

یارب تیرے حرم میں گنہگار آئے ہیں
یہ بھیگی پلکیں آج سیاہ کار لائے ہیں

☆

طوافِ حرم کروں تو پڑھیں دھڑکنیں درود
مولا قبول کر مرے سجدے، مرے قعود
(طاہر سلطانی)

میں خطا ہی خطا، تو عطا ہی عطا، میں کہاں، تو کہاں

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

☆

مدینہ کا سفر ہے اور میں نمدیدہ نمدیدہ

☆

یہ سر اُٹھائے جو میں جا رہا ہوں جانبِ خلد
میرے لئے میرے آقا ﷺ نے بات کی ہوئی ہے

☆

حضور ﷺ آپ جو چاہیں تو بات بن جائے
حضور ﷺ آپ جو کہہ دیں تو کام ہوجائے
(صبیح رحمانی)

تری کفشِ پا یوں سنوارا کروں میں
کہ پلکوں سے اپنی بُہارا کروں میں

☆

اب کہاں جاؤں تڑپتے دل کی یہ خواہش نکال
اے مدینہ کی زمیں! میری بھی گنجائش نکال

☆

میں گنبدِ خضرا کی طرف دیکھ رہا ہوں
کوثر میرے نزدیک یہ معراجِ نظر ہے

☆

کفن پہناؤ تو خاکِ مدینہ منہ پہ مَل دینا
یہی بس ایک صورت ہے خدا کو منہ دکھانے کی

☆

کعبہ کے اُوپر سے جاتے نہیں ہیں کس کو ادب یہ سکھاتے نہیں ہیں
کتنے مؤدب ہیں یہ کبوتر ، اللہ اکبر اللہ اکبر

جو حاضر تھے عمل پیرا تھے اپنے اپنے مسلک پر
کہ رحمت سب پر یکساں مہرباں تھی کل جہاں میں تھا

☆

مِلا ہے جب کوئی زائر تو دل نے پوچھا ہے
یہ شخص لوٹ کر کیوں آگیا مدینہ سے

مختصر یہ کہ کتاب عمرہ کے حوالے سے ایک ایمان افروز اور راہنما کتاب ہے اور اس کا مطالعہ ہر سطح کے قارئین کے لئے مفید ہے۔ کُل صفحات ۲۵۶ ہیں۔ کاغذ، چھپائی، جلد، سرورق سب کچھ عمدہ ہے اور قیمت صرف ۲۵۰ روپے۔

* * *

''نعت میری زندگی''

از.....طاہر سلطانی

تبصرہ نگار: ملک محبوب الرسول قادری

لیاقت علی پراچہ اور ثنا علی پراچہ نے شاعرِ حمد و نعت طاہر حسین طاہر سلطانی کی منتخب نعتوں کا مجموعہ ''نعت میری زندگی'' کے نام سے ترتیب دیا ہے جس میں ۱۵ حمدیں اور ۷۰ نعتیں شامل ہیں۔ سلامِ رضا تضمین، مناجات، ماں کے حضور، ماں ایک مقدس ہستی، ماں کی عظمت اللہ اللہ، مقامِ والدِ محترم کے عنوانات سے منظومات الگ ہیں۔ بڑی محنت سے بہت ساری تقاریظ ملک بھر کے اہلِ علم و دانش سے حاصل کی گئی ہیں۔ آخر میں قرآن و حدیث سے منتخب آیات و احادیث مع ترجمہ شاملِ اشاعت۔ چھوٹا سائز، صفحات ۲۲۴ اور قیمت مجلسِ عمل اہلِ سنت کراچی کے معاونین کے لئے دعائے خیر ہے، جبکہ حاصل کرنے کے لئے مندرجہ بالا یا ''جہانِ حمد'' کے ایڈریس پر رابطہ بہتر رہے گا۔

خطوطِ احباب

رعنا اقبال

''خطوطِ احباب'' دراصل معروف کتابی سلسلے ''جہانِ حمد'' اور ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' کے حوالے سے تحریر کیے گئے خطوط کا مجموعہ ہے اور آج اہلِ نظر ''جہانِ حمد'' کی اہمیت وافادیت سے بخوبی واقف ہیں۔ اسی لیے مجھ سے جب اصغر کاظمی نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''خطوطِ احباب'' پر اظہارِ خیال کرنے کے لیے کہا تو میں شش وپنج میں پڑ گئی۔

جیسا کہ میں نے ابتدا میں عرض کیا کہ ''خطوطِ احباب'' دراصل ''جہانِ حمد'' اور ''ارمغانِ حمد'' میں شائع شدہ خطوط سے انتخاب کا مجموعہ ہے اس لیے اس کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ایک نظر اس کی اساس پر ڈالنا ضروری ہے۔

''ارمغانِ حمد'' اور ''جہانِ حمد'' کے نام سے جناب طاہر سلطانی نے جو کتابی سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے وہ نہ صرف یہ کہ اپنی جگہ ادبی سرمایہ ہے، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ حمدیہ اور نعتیہ ادب کے حوالے سے باقاعدگی کے ساتھ جاری رہنے والا یہ سلسلہ نقشِ اوّل کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ ادبی پرچے تو بے شمار ہیں، لیکن صرف اور صرف حمد و نعت کے حوالے سے مسلسل شائع ہونے والا یہ واحد جریدہ ہے، جبکہ ہمارے یہاں ادبی جرائد کی اشاعت اور فروخت کے ضمن میں جو مسائل درپیش ہوتے ہیں انہیں مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک ضخیم کتابی سلسلہ بغیر کسی تعطل کے شائع کرنا جہاد سے کم نہیں۔

''جہانِ حمد'' اور ''ارمغانِ حمد'' میں شائع ہونے والی تمام تحریریں خواہ وہ منظوم ہوں یا منثور وہ ایک ہی موضوع پر اتنا بڑا ذخیرہ بن چکی ہیں کہ کسی ریسرچ اسکالر کو بآسانی مکمل طور پر مواد میسر

آسکتا ہے۔

بلاشبہ دنیاوی نقطۂ نظر سے تو یہ جناب طاہر سلطانی کا بڑا کارنامہ ہے ہی، لیکن اس تمام کام کے پس پردہ ان کی جو نیت اور خواہش ہے وہ یقیناً دنیا اور آخرت میں انہیں ممتاز مقام عطا کرے گی۔

''خطوطِ احباب'' اسی خزانے میں شائع شدہ ان خطوط کا انتخاب ہے جو اہلِ ادب اور اہلِ قلم اور دیگر مکاتیبِ فکر کے مشاہیر نے طاہر سلطانی صاحب کو تحریر کیے اور ان کی محنت و لگن اور جذبے کے ساتھ ساتھ شائع شدہ تحریروں کو بھی سراہا۔ یہ کتاب اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے، کیونکہ ابتدا سے لے کر آج تک خطوط کے مجموعے تو بے شمار شائع ہو چکے ہیں جن کی بہت مختلف نوعیتیں ہیں، لیکن کسی جریدے میں شائع شدہ خطوط پہلی مرتبہ کتابی شکل میں منظرِ عام پر آئے ہیں اور یہ بھی طاہر سلطانی کا اختصاص ہی ہے۔

مکتوبات کی ایک مکمل تاریخ ہمارے سامنے ہے، کیونکہ ہم اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ انسانی زندگی اور انسانی معاشرے میں رابطے کی کیا اہمیت ہے اور رابطے کا سب سے قدیم ذریعہ حتمی طور پر خط و کتابت ہی قرار پاتا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے ایک دوسرے سے باخبر رہنے کی کوشش کی جاتی اور یہ باخبری نہ صرف ذاتی خیر خیریت تک محدود رہتی ہے، بلکہ بڑھتے بڑھتے حالات و واقعات، حادثات و سانحات تک جا پہنچتی ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ جائیں تو پھر خیر سگالی کے جذبات، محبتانہ جذبات اور بسا اوقات شدید غصے بلکہ ''دھمکیانہ جذبات'' بھی خطوط کے ذریعے ہی پہنچائے جاتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انہی خطوط کے ذریعے ہم مختلف ادوار کی تواریخ سے بھی آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں خطوطِ غالب کی قدر و قیمت سے کون واقف نہیں ہے۔ کیا دو سو سال بعد بھی دلی کو ہم اپنی آنکھوں سے اس طرح لٹتا یا اجڑتا ہوا دیکھ سکتے تھے اگر غالب کی مکالمتی مراسلت ہمارے سامنے نہ ہوتی۔

اسی طرح دوسری جانب بزرگانِ دین کے مکتوبات آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

عالمِ اسلام کی شرح درودِ تاج

مبصر: محمد آصف خان علیمی قادری

دراصل یہ کتاب درود مستطاب و مستجاب المعروف ”درودِ تاج“ کی مختصر مگر عظیم شرح ہے۔ اس موضوع پر اس سے پہلے معروف اسکالر پروفیسر محمد فیاض کاوش وارثیؒ کی کتاب ”عقائدِ اسلام“ ۱۹۸۰ء میں منظر عام پر آئی، پھر معروف بزرگ سیّد حسین علی ادیب رائے پوری کی کتاب ”درود تاج۔ تحقیق و تشریح“ ۱۹۹۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔

اس کتاب کے محقق و محترم و شارح جناب ابوالفرح رشید وارثیؒ بن حضرت عبدالستار خاں وارثیؒ کا نام اُردو زبان و ادب میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کی حمد و نعت نگاری کے ذریعے اُردو ادب کو وسعت دینے کی کوششیں بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اس ضمن میں آپ کی کاوشیں شرح اسماء النبی ﷺ، خوشبوئے التفات (نعتیہ مجموعہ)، اُردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (شریعت اسلامیہ کے تناظر میں)، حق آگاہ مرحومین کی برزخی زندگی (۱۴۲۹) وغیرہ طبع ہو کر اپنی علمی ضوفشانیوں سے اہلِ علم کے قلوب کو منوّر کر رہی ہیں۔

شارح موصوف کی سالہا سال کی عرق ریزی اور محنت شاقہ کا شاہکار، یہ عظیم کتاب ”عالمِ اسلام کی شرح درودِ تاج ۱۴۲۹ھ، قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے انوار میں ۲۰۰۸ء“ بلا شک و شبہ اہلِ دل و اہلِ محبت کے لیے ”محبت نامہ“ ہے۔

موصوف علیہ الرحمۃ کو محبت رسول ﷺ سے جو حظِ کثیر عطا ہوا ہے اُس میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ موصوف کے سینے میں عشقِ رسول ﷺ کا جو چراغ روشن تھا اس کی روشنی تمام جغرافیائی حدود و قیود کو پار کرتی ہوئی چار دانگ عالم تمام مسلمانوں کے قلوب و اذہان کو منوّر کرتی ہے۔

شارح موصوف کی کتابِ ھٰذا کی تالیف کا مقصد خود ان کی زبانی یقیناً عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے ان کے دل کی آواز ہے کہ ”کتاب ھٰذا کی تالیف سے میرا منشا و مدعا اللہ ربُّ العزت کی خوشنودی اور رسولِ رحمت ﷺ کے مدحت نگاروں میں اپنے بھی نام کے اندراج کا آسرا اور عامۃ المسلمین کی خدمت کا جذبہ ہے۔“

قصیدہ بردہ شریف کی طرح درودِ تاج کو بھی سندِ قبولیت عطا کی گئی ہے۔ درودِ تاج کا تحفہ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کامل حضرت سیّد ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۹۳ھ۔ وصال ۶۵۶ھ) نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری کے وقت پیش کیا اور درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! اس درود شریف کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا جائے تاکہ ایصالِ ثواب کے وقت اسے پڑھا جا سکے۔ رسول کریم ﷺ نے اپنے کرمِ خاص سے انہیں خواب میں بشارت سے بہرہ مند فرماتے ہوئے اسے منظور فرما لینے کی نوید عطا فرمائی، تب سے یہ درود شریف ایصالِ ثواب میں پڑھنے کے لیے مروج ہے۔

اس کتاب میں شارح موصوف کے بھائی ڈاکٹر محمد سعید خان وارثیؒ کے جامع مقدمے کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری اور شیخ الحدیث مفتی شاہ حسین گردیزی کی تقاریظ اور مفتی شیخ الحدیث محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی کا مفصل مضمون بھی شامل ہے۔

کتاب نہایت عمدہ کاغذ پر خوبصورت اور جاذب نظر سرورق کے ساتھ اعلیٰ طبع کی گئی ہے اور معیاری جلد بندی کا بھی خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ کتاب کی افادیت کا تقاضا ہے کہ ہر صاحب ایمان و عاشقِ رسول ﷺ کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانا چاہیے۔

کتاب حاصل کرنے کے لیے ناشر بزمِ وارث ۱۹۰/۱، قصرِ وارث، شاہ فیصل کالونی کراچی۔ ۲۵، فون: ۳۴۵۷۱۷۰۷ پر رابطہ فرمائیں۔

☆☆☆☆☆

نعت رسول مقبول ﷺ

مکیں آپ ﷺ ہیں اور مکاں آپ ﷺ ہیں
خدا کی قسم دو جہاں آپ ﷺ ہیں
مِلی روشنی آپ ﷺ سے عقل کو
یقیں ہو گیا درمیاں آپ ﷺ ہیں
ہر اِک پھول میں آپ ﷺ کا رنگ ہے
حقیقت ہے یہ گلستاں آپ ﷺ ہیں
شہ دو جہاں اور کوئی نہیں
شہنشاہِ کون و مکاں آپ ﷺ ہیں
یہ معراج کی ساعتیں الاماں
کہ ہر راز کے رازداں آپ ﷺ ہیں
ملی آپ سے دوجہاں میں اماں
گنہگار کے پاسباں آپ ﷺ ہیں
حیاتؔ! آفریں آپ ﷺ کی زندگی
مرا مدعا جانِ جاں آپ ﷺ ہیں

حیاتؔ نظامی

نعتیہ گیت

نعتِ محمد ﷺ نغمۂ رحمت نُور کا ہالہ ہے
اس سے اپنی عزت و عظمت ، گھر کا اُجالا ہے
ظلم و ستم کا دور تھا ہر سُو اُلفت تھی ناپید
اُمت عاصی کو آقا ﷺ نے خوب سنبھالا ہے
آپ کے در سے ہر سائل کی پوری مراد ہوئی
اپنے گدا کو آقا ﷺ نے کب خالی ٹالا ہے
اُن ﷺ کے فیض سے خیر و برکت دودھ میں خوب ہوئی
ستّر پینے والے اور اک دودھ کا پیالہ[1] ہے
ربّ نے حفاظت فرمائی اپنے محبوب ﷺ کی خوب
غار پہ اُس کی عنایت سے مکڑی کا جالا ہے
قاسمِ نعمت اُن ﷺ کو بنایا ، لطفِ ربّ دیکھو
اُس کی عطا سے ختم رسل ﷺ نے ہم کو پالا ہے
حسّانؔ ؓ و بوصیریؔ ، سعدیؔ ، جامیؔ ، رضاؔ ، اقبالؔ
عشقِ نبی ﷺ کی سب کے گلے میں مہکی مالا ہے
سُن کے اذان اُن ﷺ[3] کی دلکش طاہرؔ عرشی جھومے
عشقِ بلال کے کیا کہنے وہ برتر و بالا ہے

شاعرِ حمد و نعت طاہرؔ سلطانی

نوٹ: یہ بحرِ ہندی میں آتی ہے۔ اُردو کے بہت سے شعراء اس میں لکھ رہے ہیں۔

[1] ضرورت شعری [2] نعت کے شعراء [3] موذن حضرت بلال ؓ

باادب بانصیب

اختر سعیدی

اہلِ قلم ہر معاشرے میں اہم ستون کا درجہ رکھتے ہیں، ان کے لکھے ہوئے لفظوں کو ادب کا گراں قدر اثاثہ تصور کیا جاتا ہے، اہلِ قلم ہی ہر انقلاب کے محرک ہوتے ہیں، ہر بڑی تحریک ان ہی کی مرہونِ منت رہی ہے۔ تحریکِ پاکستان میں بھی اہلِ قلم نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ اہلِ قلم کا احترام کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے، لیکن موجودہ معاشرے میں اہلِ قلم کو ہر سطح پر نظر انداز کیا جارہا ہے، ان کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہو رہی جو ان کا حق ہے۔ فی زمانہ شاعروں اور ادیبوں کو تیسرے درجے کا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ مختلف طریقوں سے ان کا مذاق اُڑایا جارہا ہے، ان کے لیے توہین آمیز جملے ادا کیے جارہے ہیں، جن کی حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے۔ اس تمہید کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی کہ گزشتہ دنوں ایک ٹی وی چینل کے میزبان نے دورانِ گفتگو سینئر شعراء کو نہ صرف بدہیئت قرار دیا، بلکہ ان کے لیے انتہائی تضحیک آمیز جملے بھی کہے، جس پر ایک دوسرے چینل کی میزبان نے قہقہے لگا کر نہ صرف ان کی تائید کی، بلکہ خود بھی شریکِ گفتگو رہیں۔ اس پروگرام کے میزبان کے لیے ہم کچھ نہیں کہیں گے، ردِ عمل کے طور پر ان کے لیے بہت کچھ کہا جاچکا ہے، لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ حسبِ روایت اپنا کام جاری رکھیں گے، اس لیے کہ وہ ”غیر ادبی“ آدمی ہیں، انہیں کیا معلوم کہ ادب تخلیق کرنے والا کتنا بڑا آدمی ہوتا ہے، ہمیں تو شکوہ اپنی اس بہن سے ہے، جس نے سینئر شعراء کے سلسلے میں توہین آمیز گفتگو برداشت کی۔ انہیں تو اس غیر مناسب رویے پر سراپا احتجاج بن جانا چاہیے تھا کیوں کہ ان کا تعلق بھی ایک علمی و ادبی خانوادے سے ہے، وہ ایک بڑے باپ کی لائق و فائق بیٹی ہیں، اچھی شاعرہ بھی ہیں اور ایک میزبان کی حیثیت سے بھی نمایاں شناخت رکھتی ہیں، ہمیں حیرت اس بات پر ہے کہ انہیں اتنے زہر آلود جملے ہضم کیسے ہوگئے، بزرگ شعراء میں تو ان کے والدِ گرامی بھی آتے ہیں۔

اگر قلم کاروں نے اس وقت خاموشی اختیار کی تو دیگر ٹی وی چینلوں پر بھی شاعروں اور ادیبوں کو منفی انداز میں پیش کیا جائے گا۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اس واقعہ پر صرف ایک ٹی وی چینل سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، دیگر تمام چینل خاموش ہیں، اخبارات نے بھی اس سلسلے میں کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں کیا۔ کوئی سیاسی مسئلہ ہوتا تو اسے بحثوں اسکرین کی زینت بنایا جاتا، لیکن ادیبوں اور شاعروں کی ہتک ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی، اگر اس رویے کا تدارک نہیں کیا گیا تو آئندہ بھی اس نوعیت کے واقعات پیش آتے رہیں گے۔ اتنے بڑے واقعے پر ادیب برادری کی طرف سے بھی کوئی بڑا ردِ عمل سامنے نہیں آیا، کچھ لوگوں نے آرٹس کونسل آف پاکستان میں احتجاجی جلسے کا اہتمام کیا، جس میں حاضرین کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی، یا تو اس جلسے میں قابلِ ذکر قلم کاروں کو مدعو نہیں کیا گیا، یا وہ جان بوجھ کر نہیں آئے، ادیبوں اور شاعروں کی مصلحت پسندی اور تنگ نظری نے انہیں یہاں تک پہنچایا ہے۔ اگر اس وقت اہلِ قلم نے نظریاتی حد بندیوں سے بالاتر ہو کر نہیں سوچا اور ”بے ادبی“ کرنے والوں کے منہ میں لگام نہ دی تو اس طرح اہلِ قلم کی بے حرمتی ہوتی رہے گی۔ لکھنے والے خواہ کسی بھی نظریے سے تعلق رکھتے ہوں، ان کی منزل ایک ہی ہے، وہ قوموں کی زندگی میں انقلاب برپا کرتے ہیں، تختوں کے خلاف عملی جدوجہد کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل ہے، ان کی توہین کرنے والے زمین بوس ہو جائیں گے، لیکن تخلیق کاروں کے لکھے ہوئے لفظوں سے روشنی پھوٹتی رہے گی۔

(بشکریہ: روزنامہ ”جنگ“ کراچی)

❀ .... ❀ .... ❀

سالانہ عُرس مبارک

ممتاز عالمِ دین، معروف نعت گو علامہ ریاض الدین سہروردیؒ اور رہبرِ شریعت، پیرِ طریقت صوفی علاؤالدین نقشبندیؒ کے یومِ وصال کے موقع پر بالترتیب بغدادی مسجد مارٹن کوارٹر اور عزیز آباد قبرستان میں قرآن خوانی و نعت خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقعہ پر قاری فصیح الدین سہروردی، مولانا اعجاز الدین سہروردی، پروفیسر خیال آفاقی اور طاہر سلطانی نے خطاب کیا۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے علامہ ریاض الدین سہروردی اور صوفی علاؤالدین نقشبندی کی دینی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کیا، بعدہٗ عالمِ اسلام اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سلامتی و ترقی کے لیے دعا کی گئی۔

(رپورٹ..... پروفیسر مقصود پرویزؔ)

خطوط

محترم طاہر سلطانی صاحب

السلام علیکم!.............مزاجِ گرامی!

"جہانِ حمد" کے "قرآن نمبر" کی عطائے بے بہا کا بے حد شکریہ میں اس درجہ وقیع اور وسیع تحقیقی کام دیکھ کر اس اُلجھن کا شکار ہوں کہ آپ کو کن الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کروں۔ میں اس لحاظ سے خود کو زیادہ خوش بخت خیال کرتا ہوں کہ یہ قرآن نمبر مجھے یومِ نزولِ قرآن (کے موقع) پر موصول ہوا۔ جزاک اللہ۔

تجمیع قرآن سے لے کر ترتیب مضامین و منظومات کے ذیل میں اب تک کم مگر معیاری کام ہوا ہے۔ "جہانِ حمد" کے "قرآن نمبر" کے ذریعے اِس کارِ خیر کو توسیع ملی ہے۔ پہلے کام کے مانند یہ سعادت بھی ربِّ عطا نے آپ کے مقدر میں لکھ دی۔ اس "خاص نمبر" کے حوالے سے محترم طاہر سلطانی صاحب آپ کو دنیاوی طور پر بے پناہ احترام حاصل ہوا ہے۔ آپ نے تو اپنی آخرت کا بھی سامان کرلیا ہے۔ اس کام کی جس قدر بھی ستائش کی جائے کم ہے۔ محترم طاہر سلطانی صاحب نے آپ نے بجا طور پر تحریر کیا ہے کہ یہ سب فضل وکرم ربِ کائنات کا ہے کہ اُس نے ہمیں صبر و استقامت، طاقت وہمت عطا کی اور اسی کے فضل وکرم سے "جہانِ حمد قرآن نمبر" پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ ہمارے گمان میں بھی نہیں تھا کہ قرآن نمبر ایک دستاویز کی شکل اختیار کرلے گا۔ (ص ۱۱۲۷)

جناب عالی! ایسے تخلیقی کام عطا کے بغیر مکمل نہیں ہوا کرتے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں یہ کام آپ نے نہیں کیا، یہ کام آپ سے لیا گیا ہے۔ ہے ناں خوش بختی کی بات۔

آپ نے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مقالات اور منظومات کے حصول کے لیے جس محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہوگا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پروفیسر علی حیدر ملک، انصار الحق قریشی، پروفیسر انوار ارشاد برنی، لیاقت علی پراچہ، ڈاکٹر اختر ہاشمی، سعید الکبیر، میاں محمد لطیف، رفیق مغل، شہزاد احمد، یونس ہویدا اور شبیر احمد انصاری صاحبان کے ساتھ ساتھ محمد منیر طاہر، محمد سلیمان طاہر، حافظ محمد نعمان طاہر، محمد عبدالرحمٰن طاہر، محمد عبداللہ حسان طاہر کی معاونت آپ کو حاصل رہی۔ ان احباب کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ کاش میں بھی کراچی میں آپ کا دست وبازو بنتا۔ شہرِ نعت کراچی کو آپ نے شہرِ حمد اور شہرِ قرآن شناسی بھی بنادیا ہے۔ جزاک اللہ!

شبیر احمد قادری (فیصل آباد)

محترم جناب طاہر سلطانی صاحب

السلام علیکم

ماہنامہ "سوئے حجاز" ماہ اگست کے شمارے میں تبصرہ دیکھا جس میں آپ کی کتاب "نعت میری زندگی" (منتخب نعتوں کا مجموعہ) پر بھی تبصرہ پڑھا۔ برائے نوازش دو (۲) عدد کتابیں بھیج کر مشکور فرمائیں۔ جتنی کتابیں بھیج سکتے ہیں بھیج دیں۔ شکریہ!

کتابیں وصول ہونے پر پھر ملاقات ہوگی۔ کتابوں کا شدت سے انتظار ہے۔

دعا گو

مولانا احمد حسن نوری

❀……❀……❀

برادر گرامی، طاہر سلطانی صاحب

سلام مسنون!

"جہانِ حمد" کا صوری اعتبار سے انتہائی نظر افروز اور معنوی اعتبار سے انتہائی دل آویز "قرآن نمبر" عزت افزائے خاکسار ہوا۔ یاد، محبت اور اقبال نوازی کا شکریہ ادا کرتا اگر الفاظ جذبات بن سکتے۔ سکوت ہی کو شکریہ تصور فرمائیں کہ وہ بھی "تکلم بلیغ" کی حیثیت رکھتا ہے۔

ڈوبا ہوا سکوت میں ہے جوشِ آرزو
اب تو یہی زباں مرے مدعا کی ہے

آپ نے میری کچھ "قلمی لکنتوں" کو بھی پذیرائی بخشی، جس کے لیے دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں اور آپ کے لیے دعا گو کہ۔

مہکیں ترے عارض کے گلاب اور زیادہ

میں اسے "سعی مشکور" سمجھتا ہوں کہ حمد ونعت اور قرآن وحدیث کے سلسلے میں سعی بعد میں شروع ہوتی ہے، قبولیت پہلے ہوجایا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کی تفہیم اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے کہ یہ نبضِ تقدس بھی ہے اور روحِ جسم بھی۔ یہ فطرت کے ماتھے کا خطِ جمیل بھی ہے اور انجم وثریا کی بانگِ رحیل بھی۔ یہ کوثر کا دھارا ہے، جنت کا پھول ہے اور رشد وہدایت کا ایک چمکتا اصول ہے۔

مگر اب یہ آئینہ آفاق کا
سنہرا سا اک نقش ہے طاق کا

کاش! یہ طاق کے بجائے ہمارے قلبی نہاں خانوں کو منور کرے کہ اِسی سے وابستگی میں ہماری بقا ہے۔

آبِ حیات ہے تنِ بے جان کے لیے
یہ ایک خضرِ راہ ہے انسان کے لیے

جہاں تک آپ کے اداریوں پر اداریہ لکھنے کا تعلق ہے۔ بوجوہ معذرت خواہ ہوں کہ کسی کتاب کو چوم تو سکتا ہوں، مگر بہ نظرِ غائر پڑھ نہیں سکتا "بوجوہ" کی تفصیل سے آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا، محض دعاؤں کا طالب ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے سکون اور استقامت عطا کرے۔ یاد رہے کہ کسی کے لئے غائبانہ دُعا کرنے والے پہلے خود نوازے جاتے ہیں۔

ہے شانِ عبودیت، مصروفِ دعا ہونا
منظورِ مشیّت ہے، ہر نالہ رسا ہونا

اُمید ہے کہ آپ مع جملہ افرادِ خانہ بخیر ہوں گے۔

والسّلام
محتاجِ التفات
پروفیسر اقبال جاوید
(گوجرانوالہ)

❀ ❀ ❀

مکرمی محترمی جناب طاہر حسین طاہر سلطانی صاحب

آداب!

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔

"مدحت" کا دوسرا شمارہ پیشِ خدمت ہے۔ ہم اپنے تئیں اسے بہتر سے بہتر اور نعتیہ ادب کے لیے مفید تر بنانے کے لیے کوشاں ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ شمارے کے بارے میں اپنے تحریری تاثر اور قیمتی آراء سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

براہِ کرم ہمارے اطمینان کے لئے شمارہ مل جانے پر اس کی اطلاع بذریعہ ایس۔ ایم۔ ایس یا فون کر دیں تو عنایت ہوگی۔

دعا کا طالب
سرور حسین نقشبندی
(لاہور)

محترم جناب طاہر حسین طاہر سلطانی صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بعد از اں سلام مسنون اُمید ہے کہ جناب کے مزاج گرامی خیر و عافیت سے ہوں گے اور آپ ماہِ مقدس رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل کر رہے ہوں گے۔ ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور کا اگست ۲۰۱۰ء والا شمارہ یہ خوشخبری لایا کہ آپ کی تخلیق کردہ حمدوں اور نعتوں پر مشتمل مجموعہ "نعت میری زندگی" کا دوسرا ایڈیشن چھپ کر منظرِ عام پر آچکا ہے، اس عظیم الشان مجموعۂ نعت کی اشاعت پر ہم آپ کو صمیمِ قلب سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ہمت و توفیق عطا فرمائے۔ گزارش ہے کہ ایک عدد مجموعۂ نعت بھیج کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ ۱۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ حاضرِ خدمت ہیں۔

فقط والسّلام
ابوالبرہان محمد امان اللہ شاکر فریدی غفرلہٗ

❀ ❀ ❀

اولیاء اللہ سے بغض رکھنے والوں کی ریشہ دوانیاں اور بدمعاشیاں

لاہور میں حضرت علی حسین ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کے مزارِ اقدس پر دھماکوں کے بعد کراچی میں حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار پر خودکش حملے کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ملزمان کو فی الفور گرفتار کیا جائے۔ ہم یہود و نصاریٰ کو بتا دینا چاہتے ہیں، کہ خودکش حملے اور دھماکے ہمارے دلوں سے اولیاء اللہ کی محبت کم نہیں کر سکتے۔ یہ اولیاء کرام اور صوفیاء عظام کی تبلیغ دین ہی کا ثمر ہے کہ پاک و ہند میں ۵۰ کروڑ سے زائد مسلمان موجود ہیں۔ خدامانِ اولیاء کرام اور عاشقانِ صوفیاء کرام کے بارے میں غلط و بے جا پروپیگنڈہ کرنے والے بے دینوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم اولیاء کرام کے مزارات پر حاضر ہو کر قرآن خوانی و نعت خوانی کرتے ہیں۔ ہم وہاں صاحبِ مزار کے درجات کی بلندی کی دُعا کرتے ہیں۔ جو کچھ مانگنا ہوتا ہے وہ صرف اور صرف اللہ ربّ العزت سے ہی مانگتے ہیں۔ اس جاہلانہ اور جھوٹے پروپیگنڈے کو ختم کیا جائے کہ اہلسنّت والجماعت کے لوگ مزاروں پر سجدہ کرتے ہیں یا وہ صاحبِ مزار سے مانگتے ہیں۔ ہم حکومت سے یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قسم کے جھوٹے لٹریچر کو ضبط کیا جائے جس سے کسی فرقے کی دل آزاری ہوتی ہو۔

(ادارہ "ارمغانِ حمد")

''ارمغانِ حمد'' کو موصولہ کتب و رسائل

- کتابی سلسلہ ''مدحت'' لاہور...... شمارہ: ۳۔ جون تا ستمبر ۲۰۱۰ء...... مدیر: سرور حسین نقشبندی
رابطہ: 0300-8442475
- ماہنامہ ''فیضانِ مصطفیٰ ﷺ'' واہ کینٹ...... شمارہ: ۳۔ اگست ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: پیر عبدالقادر
رابطہ: 051-4511844
- ماہنامہ ''کاروانِ قمر'' کراچی...... جلد: ۱۲، شمارہ: ۵، جنوری ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: ڈاکٹر محمد صحبت خان کوہاٹی
رابطہ: 537688 --- 021-5376793
- ماہنامہ ''تہذیب'' کراچی...... جلد: ۲۷، شمارہ: ۷، جولائی ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: محمد ذاکر علی خاں
رابطہ: 021-5210004
- ماہنامہ ''وادیٔ ادب'' گوجرانوالہ...... جلد: ۱۴، شمارہ: ۸، اگست ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: امجد شریف
رابطہ: 0300-6488237
- ماہنامہ ''نفاذِ اُردو'' کراچی...... جلد: ۳، شمارہ: ۸، اگست ۲۰۱۰ء...... مدیر: شبیر احمد انصاری
رابطہ: 0333-3009948
- کتابی سلسلہ ''اخبارِ مدینہ پبلی کیشن، کراچی''...... ستمبر ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: شہزاد سلطانی
رابطہ: 0333-2109715
- ماہنامہ ''الہام'' بہاولپور...... جلد: ۱۷، شمارہ: ۷، اگست ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: ارم شاہد
رابطہ: 2731934
- ''ذہین شاہ بابا تاجی''...... مصنف: سید ادیب حسین...... رابطہ: 0300-2000154
- ''بزرگانِ نقشبندیہ کو خواب میں زیارتِ نبی ﷺ''...... جون ۲۰۰۶ء...... مصنف: محمد روح اللہ نقشبندی
رابطہ: 0334-3432345
- ''چراغِ حُبِّ شاہِ دیں ﷺ'' (نعتیہ مجموعہ)...... اپریل ۲۰۰۷ء...... شاعر: احمد خیال
رابطہ: 0332-3302305
- ''مدینے والے'' (نعتیہ انتخاب)...... ترتیب و انتخاب: ریاض ندیم نیازی
- ''میرے آقا میرے حضور ﷺ'' (نعتیہ انتخاب)...... ۱۹۸۷ء...... ترتیب و انتخاب: ریاض ندیم نیازی
- ''ہراول دستہ'' (کالم)...... کالم نگار: سرشار صدیقی...... جولائی ۲۰۱۰ء...... انتخاب و ترتیب: اطہر عباسی
رابطہ: 021-36903495
- ''خواب سے بیداری تک'' (غزلیات)...... شاعر: رشید اثر...... ۲۰۰۸ء...... رابطہ: 021-35062898

- ''مخزنِ رسا'' (نعتیہ مجموعہ)...... شاعر: محمد عارف قادری...... مارچ ۲۰۰۸ء...... پیش کردہ: ظفر محمد قریشی سلطانی
رابطہ: 0300-5206758
- ''فیضانِ حرم'' حیدر آباد...... رمضان۔ شوال ۱۴۳۱ھ...... مدیرہ: یُسریٰ قادری
رابطہ: 0321-3013959
- ماہنامہ ''جلیس صحت'' کراچی...... جلد: ۱، شمارہ: ۷، اپریل ۲۰۱۰ء...... ایڈیٹر: جلیس سلاسل
رابطہ: 0302-2791726
- ماہنامہ ''ہلال'' راولپنڈی...... جلد: ۴۷، شمارہ: ۲، اگست ۲۰۱۰ء...... ایڈیٹر: لیفٹیننٹ کرنل ذیشان فیصل خان
رابطہ: 051-56134605
- ماہنامہ ''نیرنگِ جہاں'' کراچی...... جلد: ۱، شمارہ: ۱۱۔۱۰، اپریل، مئی ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: سید سراج الدین سراج
- ''سفیرانِ سخن'' (کراچی کے ۳۰ سخنوروں کا منتخب کلام۔ تیسری کتاب)...... مرتبہ: شاعر علی شاعر...... نومبر ۲۰۰۹ء
رابطہ: 0345-2610434
- ''سفیرانِ سخن'' (کراچی کے ۳۰ سخنوروں کا منتخب کلام۔ چوتھی کتاب)...... مرتبہ: شاعر علی شاعر...... جون ۲۰۱۰ء
رابطہ: 0345-2610434
- کتابی سلسلہ ''عالمی رنگِ ادب'' کراچی...... شمارہ: ۱۵۔۱۶، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۰ء...... مدیر: شاعر علی شاعر
رابطہ: 0300-8442475
- ''انوارِ کنز الایمان'' جوہر آباد...... شمارہ: ۲۔۱، جلد: ۴...... ۲۰۱۰ء...... مرتبین: ڈاکٹر امجد رضا امجد۔ ملک محبوب الرسول قادری...... رابطہ: 0300-9429027
- سہ ماہی ''انوارِ رضا'' جوہر آباد...... شمارہ: ۴، جلد: ۳...... ۲۰۱۰ء...... چیف ایڈیٹر: ملک محبوب الرسول قادری
رابطہ: 0300-9429027
- ''درپن'' (رباعیات)...... شاعر: ذکی عثمانی...... ۲۰۱۰ء...... رابطہ: 0323-2128124
- ''دلیلِ آفتاب'' (مطالعاتِ نعت)...... مصنف: ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی...... جون ۲۰۰۱ء
- ''جسم کراچی، روح مدینہ'' (مجموعہ نعت)...... شاعر: سید تنویر احمد سوز ڈیروی...... اگست ۲۰۰۰ء
رابطہ: 0333-2326295
- دو ماہی ''پیامِ اُردو'' کینیڈا...... شمارہ: ۹، جلد: ۳...... جون ۲۰۱۰ء...... مدیرِ اعلیٰ: عبدالحفیظ قادری
رابطہ: 604-524-2777

☆☆☆☆☆

نمائندگانِ ''ارمغانِ حمد'' اعزازی

﴿اعزازی مدیر﴾ ……. میاں محمد لطیف……لیاقت علی پراچہ

﴿بیرون ملک﴾

❁ سیّد عمران حیدر …… (مکہ مکرمہ)
❁ صاحبزادہ خواجہ ضیا شفیق …… (مدینہ منورہ)
❁ اطہر عباسی …… (جدّہ)
❁ ڈاکٹر شمس جیلانی …… (کینیڈا)
❁ شفق صدیقی …… (ڈنمارک)
❁ تنویر پھول …… (نیویارک)

﴿اندرون ملک﴾

میاں زبیر احمد ضیائی قادری… علی حسین جاوید (لاہور)
ڈاکٹر شبیر احمد قادری (فیصل آباد)……محمد اقبال نجمی (گوجرانوالہ)
خورشید بیگ میلسوی (میلسی)……ڈاکٹر مشرف انجم (سرگودھا)
ریاض ندیم نیازی (سبی)

﴿نمائندگان کراچی﴾

• سیدذوالفقار حسین شاہ……سیّد محمد اصغر کاظمی……نصر اللہ غالب

☆……☆……☆

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الانبیاء، مقصود و سرورِ کائنات، احمد مجتبیٰ آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ دُعا اپنے پیارے نواسے حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا فرمائی

اَللّٰھُمَّ اَقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَ کَ وَ اَقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَیْرَکَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخَصَّنِیْ بِہٖ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

﴿ترجمہ﴾

''الٰہی! میرے دل میں اپنی آرزو پیدا کر دے اور دوسروں سے میری تمنائیں اس طرح ختم کر دے کہ پھر میں تیرے سوا کسی سے امید وابستہ نہ رکھوں، الٰہی! میری قوتوں کو کمزور نہ بنا، میرے نیک اعمال کو کوتاہ نہ کر، مجھ سے اعراض نہ فرما، تو اپنے فضل و کرم مجھے توکل و توفیق کی ایسی قوت عطا فرما کہ کسی مخلوق کے پاس اپنی حاجت نہ لے جاؤں، تو ہی میرے مسائل کو حل فرما اور مجھے وہ سب کچھ دے دے جو اب تک پچھلے یا آنے والے کو نہیں دیا، اے تمام جہانوں کے پالنے والے! مجھے یقین کی دولت سے مالا مال کر دے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم''

☆☆☆☆☆

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ٥

﴿تعزیت﴾

محسن احسان ۲۳ رستمبر ۲۰۱۰ء بروز جمعرات پشاور میں انتقال کر گیے۔ مرحوم نہ صرف ممتا شاعر اور دانشور تھے، بلکہ وہ ایک مثالی انسان بھی تھے۔ محسن احسان نے باقاعدہ حمدیہ و نعتیہ شاعری بھی کی۔ ادارہ ''ارمغانِ حمد'' مرحوم کے درجات کی بلندی کے لیے دعا گو ہے۔

* * *

معروف ادیب و صحافی شبیر احمد انصاری (مدیر: دوماہی ''سربکف'' کراچی)
کی ہمشیرہ انتقال فرما گئیں۔

* * *

معروف ادیب و نقاد اور محقق، نمائندہ ''ارمغانِ حمد'' سیّد ذوالفقار حسین شاہ کی
والدہ ماجدہ جہلم میں انتقال فرما گئیں۔

دونوں خواتین صوم و صلوٰۃ کی پابند اور محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ کی شیدائی تھیں۔ ادارہ ''ارمغانِ حمد'' مرحومین کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے اور ان کے اہلِ خانہ بالخصوص جناب شبیر احمد انصاری اور سیّد ذوالفقار حسین شاہ عرف شاہ جی جہلمی سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

* * *

معروف ادیب و افسانہ نگار رضوان صدیقی کے ماموں
۳۰ رستمبر بروز جمعرات کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے

اللہ ربُّ العزت مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ادارہ ''ارمغانِ حمد'' اہلِ خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

* * *

ادارہ ''ارمغانِ حمد'' کی جانب سے حضرت علی مدرسۃ القرآن میں شہدائے ملتِ جعفریہ بالخصوص شہدائے کربلا گامے شاہ، شہدائے کوئٹہ، شہدائے عاشورہ اور شہدائے کراچی کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآنی خوانی کی گئی۔

''جہانِ حمد قرآن نمبر''...... مؤلف: طاہر حسین طاہرؔ سلطانی

''جہانِ حمد'' ...... اُردو ادب کا معتبر اور منفرد رسالہ ہے۔
''جہانِ حمد'' ...... قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کا ترجمان ہے۔
''جہانِ حمد'' ...... کے سترہ (۱۷) شمارے شائع ہو چکے ہیں جو ساڑھے چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔
''جہانِ حمد'' ...... کا خصوصی شمارہ ''قرآن نمبر'' ۱۱۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

پہلا باب: حمد و نعت۔ ابتدایہ
دوسرا باب: قرآن حکیم کا جلال و جمال
تیسرا باب: نزول قرآن اور مقامِ نزول
چوتھا باب: تعارف و تاریخ قرآن
پانچواں باب: سائنسی موضوعات قرآن حکیم کی روشنی میں
چھٹا باب: قرآنی تراجم کا تاریخی جائزہ
ساتواں باب: تفاسیر قرآن پر ایک نظر
آٹھواں باب: تدوین قرآن کا سفر
نواں باب: فضائل قرآن، قرآن و حدیث کی روشنی میں
دسواں باب: قرآن مجید گنجینۂ رحمت
گیارہواں باب: شانِ اصحاب حضور قرآن مبین میں
بارہواں باب: تکریم قرآن
تیرہواں باب: اعجازات قرآن کریم
چودھواں باب: خطاطانِ قرآن (سوالاً جواباً معلومات)
پندرہواں باب: تذکرہ قراء کرام
سولہواں باب: تبصرہ جات
سترہواں باب: قرآن کریم کی طباعت و اشاعت
اٹھارہواں باب: معلوماتِ قرآن
انیسواں باب: منظومات۔ سو (۱۰۰) سے زائد شعراء کرام کا منظوم کلام (مدحت قرآن)

قرآنی معلومات کا خزانہ...... ''جہانِ حمد قرآن نمبر''...... شائع ہو گیا ہے
خصوصی شمارہ مقدس مقامات کی فور کلر تصاویر سے مزیّن ہے

(ہدیہ: گیارہ سو 1100 روپے)

"جہانِ حمد قرآن نمبر" حاصل کرنے کے لیے جلد رابطہ کریں:

نوشین سینٹر، دوسری منزل، کمرہ نمبر 19، اُردو بازار کراچی (0300-2831089)
(نوٹ)...... ''قرآن نمبر'' کی آمدنی ''حمد و نعت ریسرچ سینٹر'' کی تعمیر و ترقی پر خرچ کی جائے گی۔

حمد و نعت خوانی کی قدیم تربیتی درسگاہ

(قائم شدہ 1982ء)

غوثیہ مدرسۂ حمد و نعت

بانی و چیئرمین: طاہر حسین طاہرؔ سلطانی

زیرِ نگرانی: حاجی محمد شاہد ین قادری
حاجی انصار بیگ قادری

اساتذہ کرام:

شاعرِ حمد و نعت طاہر سلطانی...... سیّد واجد علی بخاری...... وسیم احمد عباسی...... حافظ محمد نعمان طاہر

اوقات:

بروز اتوار...... 11 تا 12½ بجے دن ☆ بروز بدھ...... بعد نمازِ عشاء تا 11 بجے شب

تعلیم مفت دی جاتی ہے

رابطہ:

5/116 لیاقت آباد، کراچی (نزد: مدنی 0302-220048 ، 0300-2831089

❁❁❁❁❁

دنیائے حمد و نعت کی خبروں سے باخبر رہنے کے لیے پڑھیے

ماہنامہ **"ارمغانِ حمد"**...... **"جہانِ حمد"** (کتابی سلسلہ)

مدیرِ اعلیٰ: طاہر حسین طاہرؔ سلطانی ...... مدیر: حافظ محمد نعمان طاہر

❁❁❁❁❁

یا اللہ

حمد و نعت ریسرچ سینٹر

کے قیام میں ہماری مدد فرما (آمین)

جدید تقاضوں کے عین مطابق

"حمد و نعت ریسرچ سینٹر" نہ صرف کراچی، بلکہ اندرونِ ملک کے اسکالرز کے لیے بھی معاون و مفید ثابت ہوگا

رابطہ:

نوشین سینٹر، دوسری منزل، کمرہ نمبر 19 اُردو بازار کراچی، نزد ریڈیو پاکستان
Cell: 0300-2831089-0302-2200485
E-mail:-tahirsultani@gmail.com

❁

دُعائے استغفار

تمام ہم وطنوں سے گزارش ہے اپنے ملک کی حفاظت و سلامتی کے لئے سب مل کر زیادہ سے زیادہ دعائے استغفار پڑھیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک و قوم پر رحم فرمائے اور ہم سے راضی ہو جائے۔

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ

﴿ترجمہ﴾

"میں اس اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ اور قائم رہنے والا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے استغفار کو لازم کر لیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر پریشانی سے نجات کا راستہ اور تنگی سے نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے ذریعے سے رزق دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔"

❁ ...... ❁ ...... ❁

قارئین "ارمغانِ حمد" سے درخواست ہے کہ میرے والد مرحوم

الحاج میاں محمد رفیق

کے درجات کی بلندی کے لیے دعا فرمائیں

طالبِ دعا:

میاں محمد طیب

(طیّب گروپ آف انڈسٹریز، فیصل آباد)

⁂

حفاظت وعافیت کے لئے دُعا

(روزانہ ۲۷ مرتبہ پڑھیں)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صلّی اللّٰہ علیہِ وسَلَّم

⁂

اے مالکِ ارض وسماوات اپنے پیارے حبیب آنحضرت ﷺ کے طفیل
تمام مرحومین بالخصوص میرے مرحوم والد
حاجی عبدالرحیم گھیگا اور میری والدہ محترمہ
کی مغفرت فرما کر اُن کے درجات بلند فرما۔ (آمین)

دُعا گو:
حاجی محمد رفیق پردیسی

فروغِ حمد ونعت میں نمایاں خدمات کا اجمالی جائزہ

اُردو میں اوّلین ماہنامہ…… حمد ونعت قرآن وسنت کی روشنی میں
ماہنامہ "ارمغانِ حمد" کراچی مدیر…… طاہر حسین طاہر سلطانی
81 شمارے شائع ہوچکے ہیں

اُردو میں اوّلین کتابی سلسلہ…… ایک شمارہ ایک کتاب…… حمد ونعت کا عالمی پیامبر
کتابی سلسلہ "جہانِ حمد" کراچی مرتبہ…… طاہر حسین طاہر سلطانی
تقریباً 7500 ہزار صفحات پر مشتمل 18 شمارے شائع ہوکر پذیرائی حاصل کرچکے ہیں

"ماہانہ طرحی حمدیہ مشاعرہ"

الحمدللہ "بزمِ جہانِ حمد" کے تحت ہر ماہ طرحی حمدیہ مشاعرہ باقاعدگی سے منعقد کیا جاتا ہے

"ادارۂ چمنستانِ حمد ونعت ٹرسٹ"

خدمتِ خلق…… دینی تعلیم کا فروغ…… جشنِ عید میلادالنبی ﷺ…… محافل حمد ونعت
نعتیہ مشاعروں کا انعقاد کیا جاتا ہے
(حمد ونعت ریسرچ سینٹر کے قیام کے لیے کوششیں جاری ہیں)

قرآنی معلومات کا خزانہ…… "جہانِ حمد قرآن نمبر"…… شائع ہوگیا ہے
خصوصی شمارہ مقدس مقامات کی فور کلر تصاویر سے مزیّن ہے

(ہدیہ: گیارہ سو 1100 روپے)

"جہانِ حمد قرآن نمبر" حاصل کرنے کے لیے جلد رابطہ کریں:
نوشین سینٹر، دوسری منزل، کمرہ نمبر ۱۹، اُردو بازار کراچی (0300-2831089)
(نوٹ)…… "قرآن نمبر" کی آمدنی "حمد ونعت ریسرچ سینٹر" کی تعمیر وترقی پر خرچ کی جائے گی

حمد ونعت خوانی کی قدیم تربیتی درسگاہ

(قائم شدہ 1982ء)

غوثیہ مدرسۂ حمدونعت

بانی و چیئرمین: طاہر حسین طاہر سلطانی **زیرنگرانی:** حاجی محمد عابدین قادری
حاجی انصار بیگ قادری

اساتذہ کرام:

شاعرِ حمد ونعت طاہر سلطانی......سیّد واجد علی بخاری......وسیم احمد عباسی......حافظ محمد نعمان طاہر

اوقات:

بروز اتوار...... 11 تا 12½ بجے دن ☆ بروز بدھ...... بعد نمازِ عشاء تا 11 بجے شب
تعلیم مفت دی جاتی ہے

رابطہ:

5/116 لیاقت آباد، کراچی (نزد: مدنی مسجد) ، 0302-2200485 , 0300-2831089

✻ ✻ ✻ ✻ ✻

دنیائے حمد ونعت کی خبروں سے باخبر رہنے کے لیے پڑھیے
ماہنامہ **"ارمغانِ حمد"**......**"جہانِ حمد"** (کتابی سلسلہ)
مدیرِ اعلیٰ: طاہر حسین طاہر سلطانی ...... مدیر: حافظ محمد نعمان طاہر

✻ ✻ ✻ ✻ ✻

یا اللہ

حمدونعت ریسرچ سینٹر

کے قیام میں ہماری مدد فرما (آمین)

جدید تقاضوں کے عین مطابق

"حمد ونعت ریسرچ سینٹر" نہ صرف کراچی، بلکہ اندرونِ ملک کے اسکالرز کے لیے بھی معاون ومفید ثابت ہوگ

رابطہ :

نوشین سینٹر، دوسری منزل، کمرہ نمبر 19 اُردو بازار کراچی، نزد ریڈیو پاکستان
Cell: 0300-2831089-0302-2200485
E-mail:- tahirsultani@gmail.com

ہم سے ہیں یہ محفلیں ہم سے دل لگانا ہے
اور کیا ہے چاہیئے ہم سے ہی زمانہ ہے
روح افزا اور کیا چاہیے!
ہمدرد